لا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون

یہ رسالہ فلسفہ مجالس عزا متعلق شہادت جناب مظلوم کربلا آئینہ اسلام لیے خاص و عام

المؤسومہ

ملفوظات الحائری

(یعنی جو تقریر)

کہ عالیجناب صدر المفسرین ظہیر الملۃ والدین حجۃ الاسلام والمسلمین قبلہ و کعبہ ابوتراب

سرکار شریعتمدار علامۃ السید علی الحائری

صاحب مجتہد پنجاب لاہور مدظلہ نے

بجواب سوالات

ایک فاضل سنت جماعت کے چند متواتر صحبتوں میں ارشاد فرمائی

فلسفۂ تقریر مذکور

چونکہ اپنی خاص جدت و بلاغت و متانت کیوجہ سے نئی تعلیم یافتہ جماعتیں عام دلچسپی کا باعث تہا۔ لہذا شیعہ ینگ مین سوسائٹی پنجاب لاہور نے عام اہل اسلام کے انتفاع کیلئے اسکو سلسلۂ اشاعت ۶۰ اداری کا ساتواں رسالہ

بابت محرم الحرام ۱۳۳۵ھ ہجریہ

مطابق نومبر سنہ ۱۹۱۶ء علامۂ ممدوح سرپرست سوسائٹی ہذا سے اجازت حاصل کرکے شایع کیا

خادم التعلیم سٹیم پریس لاہور میں منشی محمد الدین پرنٹر کے اہتمام سے چھپا

تبصرۂ فہمانذکرہ

تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان

اس زمانہ میں اشاعت ملت وترویج مذہب کے لئے کوئی اور طریقہ بہتر اور نتیجہ خیز نہیں ہو سکتا۔ بغیر اس کے کہ دینی رسائل عام طور پر کثرت کے ساتھ مفت تقسیم کئے جائیں لیکن یہ کام اور اس کا انتظام ایک شخص نہیں کر سکتا۔ بلکہ قوم کے ہر فرد کا فریضہ لازمہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس عہد سلطنت برطانیہ عظمیٰ میں شائستگی کے ساتھ اپنے مراسم مذہبی کے اشاعت میں کامیابی کے وسائل اور ذرائع بہم پہنچاتے رہیں۔ لاہور میں اسی غرض کے پورا کرنے کے واسطے عرصہ چار سال سے محض قوم کے بھروسہ پر شیعہ ینگ مینز سوسائٹی قائم کی گئی ہے جس نے اس قلیل عرصہ میں کئی رسائل اور تقاویم قوم میں مفت شائع کئے۔ اور اس سال اس تقریر کو جو نئی تعلیم یافتہ جماعت کے لئے زیادہ دلچسپی کا باعث تھی۔ باوجود گرانی کاغذ کے پانچ ہزار کی تعداد میں طبع کرایا ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ قوم کی مجموعہ طاقت کا نام سوسائٹی ہے پس اسکو زیادہ مفید اور کارآمد بنانا خود قوم ہی کے اختیار میں ہے۔ اگر مومنین سال بھر میں تھوڑی سی اعانت بھی کر دیا کریں تو آپ دیکھیں گے کہ بیسیوں نایاب کتابیں چھپوا کر یہ سوسائٹی مفت آپ کی نذر کر دیا کرے گی۔ اسکی ممبری کا چندہ صرف ۲ ماہوار مقرر ہے۔ بیرونجات کے مومنین سال کا چندہ عہ یا جو کچھ بھی امداد کرنا چاہیں۔ سرکار شریعتمدار آقائے علامہ حائری مجتہد العصر پنجاب لاہور کی خدمت میں بھیجدیا کریں۔

خاکسار

شیخ رحمت علی نوناری سیکرٹری سوسائٹی ہذا۔
موچی دروازہ۔ لاہور

ذیل میں شکریہ کیساتھ ان حضرات کے نام درج کئے جاتے ہیں جنہوں نے کسی ضلع کے واسطے خاص تعداد میں اسکو طبع کرایا ہے۔

نمبر شمار	اسمائے گرامی	تعداد	جس ضلع میں تقسیم
۱	جناب مولوی سید محمد صاحب قبلہ رضوی و کربلائی سید تقی صاحب رضوی	۵۰	جھنگ
۲	جناب مخدوم شیخ محمد راجو صاحب رئیس اعظم ملتان	۱۰۰	ملتان
۳	جناب سید محمد یٰسین صاحب نقوی نائب تحصیلدار ڈسکہ	۱۰۰	سیالکوٹ
۴	جناب سید مرتضیٰ صاحب رضوی انسپکٹر پولیس منٹگمری	۱۰۰	منٹگمری
۵	جناب آغا سید اعجاز حسین مختار رضوی رئیس صوبہ سرحدی پشاور و انسپکٹر پولیس بٹالہ	۱۰۰	گورداسپور بٹالہ
۶	جناب آغا سید محمد تقی صاحب رضوی خلف الصدق جناب آغا صاحب ممدوح	۱۰۰	پشاور کوہاٹ
۷	جناب دیوان سید سلطان احمد صاحب سجادہ نشین جلالپور پیروالہ رئیس اعظم	۱۰۰	جلالپور پیروالہ
۸	جناب سید اسمٰعیل حسین صاحب اوورسیر	۱۰۰	امرتسر
۹	جناب ملا محمد علی صاحب نبتی رئیس بہاکسو	۵۰	کانگڑہ وغیرہ
۱۰	جناب کربلائی مرزا بودھل خانصاحب وزیر اعظم سرکار ہز ہائینس میر حاجی نور محمد خانصاحب بہادر	۲۰۰	کراچی وغیرہ آباد
۱۱	جناب احمد علی صاحب	۵۰	ادہواڑی فورٹ
۱۲	جناب شمس الدین صاحب پہلوان زمیندار	۵۰	تحصیل سمندری
۱۳	جناب سید محب علی صاحب رفاعی و غلام مصطفےٰ خانصاحب عباسی۔	۵۰	ڈیرہ غازیخان و جام پور
۱۴	تصدق حسین صاحب جمعدار وارث علیخان صاحب جمعدار	۵۰	سیالکوٹ
۱۵	ڈاکٹر سید جلال حسین شاہ صاحب رئیس و میونسپل کمشنر	۵۰	ڈیرہ اسمٰعیل خان
[illegible]	جناب محمد جعفر خانصاحب	۵۰	بنگا سیور
[illegible]	جناب جلال الدین صاحب و جناب غلام حیدر صاحب	۵۰	فیروز پور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی اعظم مصیبتنا بمصیبۃ سبط الرسول وقرۃ عین البتول ابن یعسوب العرب اشرف الناس فی الحسب والنسب بقیۃ الابرار وسلالۃ الاطہار ونقاوۃ الاخیار والذبیح بسبب الاشرار والاسیر بایدی الکفار السید الماجد زین المنابر والمساجد الذی بکت علیہ الارض والسماء بدموع غزیرۃ ودماء صاحب المحنۃ والبلاء والمدفون بارض کربلاء والصابر فی الباساء والضراء قتیل الظماء مقطع الاعضاء والمذبوح من القفاء والمحرق الخباء مسلوب العمامۃ والرداء ومن ہو راسہ وجسمہ علی التراب موضوع واہلہ من الفرات ممنوع صاحب المصیبۃ الراتبۃ والدمعۃ الساکبۃ ابن رسول الثقلین کریم الابوین المصلح لذات البین نور سراج الدارین حجۃ اللہ علی المشرقین والمغربین وایۃ الخطی بین النشأتین نظام الخافقین وارث المشعرین امام الحرمین راسخ القدمین المقتول العطشان بین النہرین ثانی السبطین مولانا ابی عبد اللہ الحسین صلوٰۃ اللہ علیہ صلوٰۃ دائمۃ باقیۃ بدوام الملوین واختلاف العصرین و طلوع النیرین ولموع القمرین **اما بعد** یہ ایک نہایت مختصر تقریر ہے جس کو اس خاکسار خادم خدام شرع نبوی نے بجواب سوالات اپنے ایک فاضل دوست سنت جماعت کے شہادت امام مظلوم علیہ السلام کے متعلق چند صحبتوں میں ختم کیا تھا جسپر خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ فاضل ممدوح اس سے نہ صرف متاثر ہی ہوا بلکہ اُس نے آئندہ کیلئے عزاداری کو سعادت دارین اور مایۂ ناز اور سبب افتخار و امتیاز اپنا سمجھ لیا چونکہ احباب نے اسکی اشاعت کیلئے بے حد اصرار کیا تھا لہذا عام اہل اسلام کی دلچسپی کیلئے اس رسالہ کی صورت میں اس مختصر ناچیز ہدیہ کو پیشکش کرتا ہوں اور ناظرین سے امید وار ہوں کہ براہ کرم قبول فرماکر دعائے خیر سے فراموش نفرمائینگے اس میری تقریر کے ہر عنوان کو سائل کا سوال سمجھ لینا چاہیئے اللہم صل علی محمد وآل محمد۔ **شروع تقریر** جناب مولوی صاحب و حاضرین مجلس مجھے اس سے زیادہ پر غم فرض کے متعلق جو کچھ بھی کہنا ہے وہ یہ ہے کہ میں اس دعوے پر قناعت نہ کرلوں کہ شہادت سید الشہدا حسین مظلوم علیہ السلام صرف ایک واقعہ عظیم ہے بلکہ یہ بھی اسجگہ مختصراً دکھلا دوں کہ حقیقۃ

یہ نہ صرف اسلام بلکہ عالم کی تاریخ کے مشہور واقعات میں ایک سرمایۂ حیرت اور عظیم الشان سانحہ ہے جو بہت سے اسباب و وجوہ اور فوائد و اسرار پر مبنی ہے۔ اور اس شہادت کا ہر پہلو فلسفۃ الاسلام کا وہ چمکتا ہوا ستارہ ہے کہ جس کی کرنیں غور سے دیکھنے والی دوربین نظروں کے لئے کحل البصر کا کام دیکر اسلامی حقیقت کا خوش منظر صاف اور شفاف آئینہ دکھادیتی ہیں۔ حسین علیہ السلام کی شہادت نے تاریخ اسلام پر عام اس سے کہ وہ گذشتہ ہو یا آئندہ ایسی تیز روشنی ڈالی ہے جس سے بہت ایسے واقعات کا اصلی رنگ معلوم ہوگیا جو بغیر اس قوی اشارہ کے بے توجہی سے گذر جاتے بلکہ انکی غرض اور حقیقت بمشکل چھپائے چھپ سکتی ہے۔ **قومی** افتخار کے لئے دُنیا بھر میں ایثار نفس کے کارنامے فناء یا شہادت کی صورت میں جابجا نظر آتے ہیں۔ اہل خیر و برکت کی جہان میں اس قدر یادگاریں ہیں کہ جن کا اندازہ کرنا مشکل ہے مگر **لاریب** یہ امر تمام دنیا کے لئے اچھی طرح ذہن نشین ہوگیا ہے کہ حسین علیہ السلام کی شہادت ایک ایسا واقعۂ عظیم ہے جیسا نہ کبھی کہیں ہوا اور نہ خود تاریخ اسلام اسکا مقابل لاسکی ملل ماضیہ اور انکی تاریخ اگر اسطرح قبول کر لیا جائے جسطرح اسوقت ہمارے سامنے موجود ہے جب بھی انکا کوئی شہید یا سلسلۂ شہدا مشکل سے ہمارے شہید کی عظمت و شرافت اعمال کے مقابلہ کا حوصلہ کرسکیگا۔ اولیاء مذاہب اور انکی تکالیف تمام آل رسول خصوصاً **حسین** علیہ السلام کے انبوہ مصائب پر جھلکتی ہوئی نظر میں بھی ٹھہر جائینگی اور کسی یسعیا کا چیرنے والا تنہا آرہ ان بے شمار حربوں کے سامنے کند ہو جائیگا جنپر ہمارے شہید کا خون ہے **یا** کسی صلیب رسیدہ جسم کی چند کیلیں حسینؑ کے جسم اقدس میں چھبنے والے بیشمار تیر نیزے اور شمشیروں کے سامنے بے حقیقت ہونگی اصل بات یہ ہے کہ **آل رسول** صلعم کی بیخکنی کی کوششیں کچھ اس بنا پر نہ تھیں کہ وہ موافقت نہ کرینگے یا انکی مخالفت کا اندیشہ تھا اب کیا رہ گیا تھا بنی ہاشم کے پاس جسکا خوف ہوتا فوج روپیہ یا حکومت کچھ بھی تو نہ تھی لیکن ایک عظیم الشان حکومت تھی (حکومت قلب) اور اسلام پر انکی ذات کا ایسا گہرا نقش تھا جو کسی کے مٹائے مٹ نہیں سکتا تھا لیکن **مدبرین** سلطنت اپنی جان توڑ کوششوں سے کیوں باز آتے کہ عامۂ ناس اور اس اثر کے درمیان پردہ ڈالتے اور حتی الوسع اسمیں بٹہ لگنے دیتے **اسلئے** کہ انکو تجربہ تھا کہ آل رسول مخالفت نہ کرینگے اور خاموش رہینگے خوف انکو کسی عملی مخالفت سے نہ تھا بلکہ انکا دنیا میں لوگوں کے سامنے رہنا ہی افراد حکومت کے نزدیک خطرہ کی چیز تھی آل رسول کے پاس اسکا کوئی علاج نہ تھا کہ وہ کیوں ایسے ہیں اسکے لئے وہ

اپنی روش سے اطمینان دلا سکتے تھے لیکن حکومت کا اندیشہ دور کرنے کے لئے قومی خودکشی کر سکتے تھے۔ تجویزیں پیش کرنا یا توجہ دلانا ہوا خواہوں کا کام اور اساس مصلحت سر حکومت کا فرض تھا معاویہ نے مشیروں کے مشورہ پر چلتے چلاتے تاکید کر دی کہ خلیفہ مقتول کے ورثاء کو آل ابوتراب پر مقدم رکھنا اور بنی اُمیہ اور ابن عبد الشمس کو بنی ہاشم اور دوسرے لوگوں پر حاکم مقرر کرنا معاویہ کوئی نئی بات نہ کہہ رہا تھا بلکہ اس مصلحت کی تجدید کر رہا تھا کہ بنی ہاشم کو اختیارات میں شرکت سے دور رکھا جائے اور اسے معاویہ سے بہتر کون سمجھ سکتا تھا کیونکہ یہی شرکت تھی جس نے اُسے آج ممالک اسلامی کا فرمانروا بنا دیا **معاویہ** اسی پر قانع نہ تھا کہ بنی ہاشم بے اختیار رہیں بلکہ اس کا بھی اہتمام کیا کہ انکے دشمن اُنپر حاکم رہیں یعنی حکومت کے لئے بنی اُمیہ کو چُن لیا تھا۔ **تواریخ** سے عیاں ہے کہ معاویہ کو کونسے لوگوں سے ناموافقت کا خوف ہو سکتا تھا گذشتہ زمانے میں چار آدمی اسکے لئے مخصوص تھے لیکن یزید کی دَورِ حکومت تک عبد الرحمان ابن ابی بکر نہ رہے تھے۔ ابن عمر نے صرف بیعت کر لی تھی پس وہ **حسین** علیہ السلام سے بھی ایسا ہی چاہتے تھے۔ اب بظاہر وصیت بجز عبد اللہ بن زبیر اور حسین بن علی علیہما السلام کے کسی دوسرے کے لئے نہ ہو سکتی تھی۔ **یزید** سے بڑھکر کسے اپنی حکومت کا یقین اور اطمینان ہو سکتا تھا جس کے پہلے ایک سیاسی ہوش کا آدمی (معاویہ) حکومت کر چکا تھا اور اُن سامانوں کو مہیا کرتا رہا جو اپنے کو مضبوط اور کسی مخالفت کو کمزور کرتا رہے اور سب سے زیادہ مفید بات یہ تھی کہ بنی اُمیہ میں نہ صرف حکومت کی لذت پیدا ہو گئی تھی بلکہ وہ دیگر بنی اُمیہ میں اپنی قومی اور سیاسی قوت دیکھتے تھے اور ہر ایک کو اسکی فکر تھی کہ اختیار ہمارے حلقہ سے نکلکر باہر نہ جانے پائے سیاست انکا مذہب۔ سیاست انکا اخلاق اور سیاست انکی فضا تھی اب جس فضا میں انکے اختیارات کا نشو و نما ہوا تھا اسکے لحاظ سے انکی سیاست کی نوعیت بجز اسکے نہو سکتی تھی جس سے زیادہ ظاہر شاید ہی اسلامی تاریخ میں کوئی اور بات کہی جا سکے۔

پس بہر حال حسین علیہ السلام کے خلاف کوشش کرنیوالی جماعت جماعت حکومت تھی جس نے خلق اللہ کے جسم کو زمین پر لٹا دیا تھا اور اپنے ناخون اسطرح اس کے جسم میں چھبوئے تھے کہ اب جسم کو حرکت کی جرأت اسی وقت ہو سکتی تھی جب وہ اسپر آمادہ ہو جائے کہ ہماری حرکت ناخونوں کے فشار کو اور تیز کر دے گی۔

غرض ان حالتوں کا صحیح احساس تھا جس نے حسین علیہ السلام کے خاصہ بلند میں اموی حکومت سے انتہائی نفرت

کیونکہ خلق کے ساتھ ایک جوش ہمدردی پیدا کردیا اور وہ اسپر آمادہ ہوئے کہ اگر دبی ہوئی مخلوقات میں یہ جرأت نہیں کہ کچھ کرسکے تو ہم میں یہ جرأت ہے کہ اموی ناخونشگوار کا ہم مقابلہ کرسکیں اور اُسے اس حد تک برداشت کریں کہ ظلم کا ذخیرہ ختم ہوجائے لیکن ہمارے صبر اور برداشت کا ذخیرہ ہی بیپایاں ناقابل اختتام ثابت ہو لیکن اگر حسینؑ نے اسے مدینہ ہی میں گوارا کیا ہوتا تو وہ اعلان جو انکی مسلسل جلاء وطنی سے ہوا نہ ہوتا اور لازماً وہ جوش ہمدردی نہ پیدا ہوتا بلکہ حسینؑ پر اعتراض ہوتا کہ انہوں نے باوجودیکہ اپنے بچانے اور چلے جانیکا اختیار رکھا مہلکہ سے بچنے کی کوشش نہ کی۔ فطرۃً یہاں یہ خیال پیدا ہوگا کہ انا قتیل العبرۃ کہنے والے کے اسباب شہادت جسکی بیگناہی پر ایک عالم شاہد اور مظلومیت پر ایک زمانہ اشک حسرت بہارہا ہے نہایت مسلسل۔ خلاف انسانیت۔ بیرحمانہ اور ایسی مصلحت کے تابع ہونگے جس میں شخصی اور قومی شرافت سے تجاہل کیا جاسکتا ہوگا اور خود غرضیوں کی حفاظت کیسے بھی کیوں نہ ہو اور ظالمانہ فعل کے کرنے سے رعشہ نہ پیدا کرتی ہوگی۔ بلکہ بدیرین کسی گھبراہٹ کے پیدا ہونیکو نتیجہ حاصل کرنیکے جوش میں کمزوری سمجھتے ہونگے اور اپنی عدم ہمدردانہ ضد کو استقلال سمجھکر اپنے فعل کا جواز اور اپنا اطمینان کرلیتے ہونگے۔ اگرچہ اس جواز اور انکے اس اطمینان نے کیسا ہی فساد اور کیسی ہی تکلیف انکی روش کے خلاف شخص یا اشخاص کیلئے کیوں نہ پیدا کردی ہو۔ یا وہ زمانہ کیلئے کیسی ہی بڑی مثال کیوں نہو مگر انہوں نے جو کچھ بھی کرنا تھا وہ کرگزرے غرض حسینؑ تھے کہ جنکے لئے وقت آگیا کہ یزید اپنی اطاعت کا طلبگار ہوا اس طلب کے ساتھ ممکن نہ تھا کہ لوگوں کی نگاہ سے حضرت کے خصائل و فضائل کی طویل یاد فراموش ہوگئی ہوتی عام اس سے کہ کسی میں حضرت کی حمایت کی جرأت ہوتی یا نہ ہوتی۔

آہ حسینؑ کی طلبی کے لئے آدمی جاتا ہے حسینؑ یا مسجد میں ہیں یا روضہ رسول صلعم پر ہیں حسینؑ کو یہ خیال ہوتا ہے کہ معاویہ مرگیا اور یہی عین واقعہ تھا ابھی اہتمام روانگی نکیا تھا کہ دوسرا قاصد پہنچا فرماتے ہیں کہ اچھا کوئی آئے یا نہ آئے میں آؤنگا اتفاقاً جسوقت قاصد پہنچا ابن زبیر بھی موجود تھے اور حسینؑ کی گفتگو ہوتی کہ معاویہ سے کیا عہد تھا اگر اسنے یزید کو خلیفہ بنایا ہے تو امر اہم واقعہ ہوا ہے نہ صرف بلحاظ عہد بلکہ اسلئے بھی کہ یزید شرابی جھوٹا اور فسادی ہے وہ شارب الخمور و راکب الفجور عالم میں مشہور ہوچکا ہے ہم رسول خدا کے اہل بیت ہیں ہم سے ایسی بات (بیعت یزید) وقوع میں نہیں آسکتی پس زمانہ مستقبل نے جانا کہ حسین علیہ السلام نے جو کچھ اسوقت کہا وہ ایک تصفیہ مستقل ناقابل تغیر تھا جس میں کسیوقت گنجائش ترمیم نہوئی اسلئے

کہ مکاشفات وحی اور الہام نے حسینؑ کو ایک عالم میں نتیجہ دکھا دیا تھا نتیجہ کی تفصیل مادی عالم سے متعلق تھی انہیں وہ روش اختیار کرنی تھی جس نے عالم اسباب کو جواب دینا تھا۔

خیر جو کچھ بھی ہوتا اور احساسات کی کیسی ہی قربانی کیوں نہ ہوتی لیکن حسینؑ سے یہ ناممکن تھا کہ وہ ایک ایسے اصول کی تقلید منظور کر لیتے جسے انسانیت اخلاق اور مذہب نے کبھی پسندیدگی سے نہیں دیکھا حسینؑ نے ان تمام دشوار گذار مرحلوں کو طے کرنے اور ہر منزل کی ناقابل برداشت تکالیف و محن اور ترک وطن کا جسوقت کہ بالجزم عزم فرمالیا۔ نکلے وطن سے اس طرح کہ ان حضرت کی نگاہوں میں موت کا دریا مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق تک لہریں مار رہا تھا **موسیٰؑ** کو یقین دلایا گیا تھا کہ تم دودھ اور شہد کا ملک دیکھو گے لیکن انکے عزم میں بعض مواقع پر تعطل ہوا **داؤدؑ** باوجود مدافعت وجنگ اور انتقام کے اسپنے صبر ہو گئے کہ عما اللہ انکے حرم کو لیگئے **ابن مریم** موت کو سامنے دیکھکر کہنے لگے کہ کیا تو مجھکو بھول گیا **یعقوبؑ** اپنے زندہ فرزند یوسفؑ کی مصیبت فراق میں اس قدر روئے کہ وابیضت عیناہ من الحزن اسپر شاہد ہے لیکن **حسین** علیہ السلام نے موت دیکھی جس کا نتیجہ انکی صفا نگاہ اور روشن ضمیری کے سامنے دو اور دو چار کیطرح واضح تھا لیکن اس نتیجہ نے انکو آمادہ کر دیا کہ دینی قومی انسانی اور اخلاقی روح کی عظمت قائم کرنیکا وقت آگیا ہے اور یہ جسمانی فنا سے ہی حاصل ہوگا۔ بس پھر تو حسینؑ کا ہر قدم وعدہ وفا انسان کامل کا قدم تھا جو ایفاء وعدہ کیلئے اٹھتا ہے اور اسکی طبعی مسرت ہوتی ہے حسینؑ تھے جنکے لئے گویا خوف پیدا ہی نہیں کیا گیا تھا انسان انکے کمزور احساسات نہ دیکھکر حیرت زدہ ہو جاتا ہے اسلئے کہ حسین علیہ السلام نہایت ہی صحیح الحواس اور ذکی الحس انسان تھے انمیں تمام انسانی قوتیں تھیں بلکہ لطیف تر حالت میں۔ وہ جو معمولی انسان کی سمجھ میں نہیں آتا وہ انکی روحانی قوت تھی جو انہیں اس عظیم الشان امتحان پر آمادہ کئے ہوئے تھی **حسین** علیہ السلام کے واقعات عجیبہ اور افعال و اقوال کو سبق آموزی کی حیثیت سے دیکھو جسکے رحم سے دشمن اور دعویدار تک فیضیاب ہوتے ہیں حسینؑ کی شہادت اسباب عروج و زوال اسلام کا خلاصہ ہے عروج حسینؑ بنا سکتا ہے زوال ایسے لوگ مہیا کر سکتے ہیں جو اپنے بہترین فرد کو اسطرح ضایع کر دیں **شہید** مظلوم جس کی بے شمار مصیبتوں میں اسکی قابل وصیت پیاس بھی تھی اپنی شہادت کے بعد صرف ایک بات کا پیاسا معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ اسلام کے یہ سب بڑے دشمن دنیا سے مٹا دئے جائیں پیاس بجھی وہ مٹ گئے حسینؑ اپنی غرض شہادت میں کامیاب ہوئے اسکے ساتھ لوگوں میں حسینؑ کے ساتھ جس درجہ کی ہمدردی محبت پیدا ہو گئی وہ تصنیع کے شبہ سے جسقدر بالاتر تھی اسیقدر

ہمدردی کرنے والوں میں آپس میں ایسی یکجہتی و محبت پیدا کرتی تھی جیسا لطف انھیں اپنی نسبی یگانگت میں بھی
حاصل ہونا ناممکن تھا اسلئے کہ حسینؑ کیساتھ ہمدردی کے جذبات ان عناصر سے بنے تھے جو اہل عالم کے نزدیک ہمیشہ
قابلِ وقعت رہا حسینؑ مجدد ثانی تھے حسینؑ اپنی فناء جسمانی کے بعد ایک وہ روشن اور بلند مینار بنگئے جسکا سایہ
صالح صفات انسانی کی پرورش کرتا ہے **ملکی** رقابت کے اس لطیف تو ہم نے در آنحالیکہ ملکی رقابت کا خواب
بھی نہیں دیکھا جاسکتا تھا **بنی امیہ** کو تباہ کرنیکی حد تک تباہ کیا مدبرین کیلئے تصور کی یہ سب سے حیرت خیز
خوراک ہوگی کہ اس حالت میں جسکی بے قوتی کا صحیح اندازہ کیا گیا تھا ایسی رکاؤ قوت پیدا ہوگئی جو مرتب
فوجوں کے ریلے۔ خزانوں کی پرقوت امداد۔ اور سیاسی قیافہ شناس نگاہوں کے اندازہ پر غالب آگئی۔ ایک آگ تھی
جسے عالمِ غیب سے نظر نہ آنیوالی مقدس روحیں دامن سے ہوا دے رہی تھیں۔ آگ بھڑکتی تھی اسکی روشنی پیش رو
دکھاتی تھی اس کی سخت گرمی دشمنانِ آل محمد صلعم کی ہڈیوں کے مغز جلا رہی تھی مگر اسکی خوشگوار گرمی عامۂ
مسلمین کی رگوں میں تیزی بھرتی ہمدردی اور اتفاق پیدا کرتی تھی پس وہ رسول کی کھیتی کو مٹانے والے
خود مٹ گئے اور جل کر ھباءً منثوراً ہوگئے۔

مگر آج دنیا کا مشکل سے کوئی گوشہ ہے جہاں حسینؑ کے نام سے کوئی واقف نہو اور جوش ہمدردی اسنے
نہ رکھتا ہو کیونکہ حسینؑ کی شہادت دین کی تازہ حیات کی بنیاد تھی دین کی اُن صورتوں یا کھوئے ہوئے
صفات کو جنکے پہچاننے کا ذریعہ مفقود ہوچکا تھا حسینؑ نے اپنے حیرت خیز عمل سے روشن کردیا دین کی
ناقابل سہو شرح کردی جس کے اصولاً غور اور مطالعہ میں وہ گرمی اور بیان خیزی حاصل نہوتی جو اِن مثالوں سے ہوئی
جو حسینؑ نے دیں۔

کوئی ہے جسنے رسولؐ کو دیکھا ہو اور حسینؑ اسکی آنکھوں سے پوشیدہ ہو۔ **کیا** بازاروں۔ محلوں اور فوجی
مجمع نے حسینؑ کو رسولؐ کا آویزہ دوش نہ دیکھا تھا **کیا** جماعت و مسجد و محراب و منبر نے حسینؑ کو پیغمبرؐ
کا جزو جسم مشاہدہ نہ کیا تھا۔ **یا** جبکہ حسینؑ نے دامن رسولؐ پر پیشاب کردیا تو لاتزرموا ابنی کہتے
پیغمبر کو نہ سنا تھا **کیا** حسینؑ کو پشت و گردن رسولؐ پر سوار نماز و غیر نماز میں نہ دیکھا تھا **یا**
رسولخداؐ کو حسینؑ کیلئے اونٹ بنتے مشاہدہ نہ کیا تھا **کیا** پیغمبرؐ کو حسینؑ کے لئے قطع خطبہ کرکے منبر سے اترتے
نہ دیکھا تھا **یا** حسینؑ کے حزن و بکا سے پیغمبر کو بیتاب ہوتے مشاہدہ نہ کیا تھا۔ **کیا** پیغمبرؐ کو حسینؑ کے ساتھ ساتھ
دوڑتے نہیں دیکھا تھا **کیا** غیر قوموں نے اسکا طعنہ نہ دیا تھا کہ آپ لڑکوں سے جسطرح محبت کرتے ہیں وہ ہماری

عادت سے زیادہ ہے **کیا** مباہلہ میں حسینؑ ہمراہ رسولؐ موجود نہ تھے۔ **کیا** حسینؑ ایسے موقع پر رسولؐ کے دستِ اقدس پہلو اور آغوش میں نہ تھے جس وقت پیغمبر یہ فرماتے تھے الحسینؑ منّی و انا من الحسین یعنی حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں **کیا** انہوں نے حسینؑ کو رسولؐ کے سینۂ اقدس پر اور پیغمبر کی زبان چوستے نہ دیکھا تھا معاصرین زمانہ نے دیکھا اور ضرور دیکھا تھا لیکن بعد کی آنیوالی نسلوں کیلئے یہ تمام فضائل و خصائل حسینؑ کے پیغمبر صلعم نے بیان فرما دی ہیں جنمیں سے میں صرف چند معتبر حدیثیں بغرض ملاحظۂ ناظرین اسجگہ ذکر کرکے اصل مطلب پر جاتا ہوں

فضائلِ حسنین علیہما السّلام

سر الشہادتین میں شاہ عبد العزیز دہلوی اور **نسائی**- رویانی- ضیاء نے حذیفہ سے **ابو یعلے** نے ابو سعید سے **ابن ماجہ** نے ابن عمر سے- ابن عدی نے ابن مسعود سے **ابو نعیم** نے علی سے **طبرانی** نے کبیر میں عمر- جابر- براء- اسامہ بن زید مالک بن حویرث سے **دیلمی** نے انس سے اور ابن عساکر نے عائشہ ابن عمر ابن عباس اور ابی رمثہ سے روایت کی ہے کہ جناب پیغمبر صلعم نے فرمایا الحسن والحسین سیدا شباب اهل الجنة یعنی حسن و حسین جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں

صحیح **ترمذی** اور مشکوٰۃ و **صواعق** و مودۃ القربےٰ اور صحیح مسلم میں بھی باختلاف بعض الفاظ یہ حدیث مذکور ہے **صحیح ترمذی** میں انس بن مالک سے مروی ہے، یقول سئل رسول اللہ ای اهل بیت احب الیک قال الحسن والحسین وکان یقول لفاطمۃ ادعی ابنی فیشمهما ویضمهما الیہ یعنی پیغمبر صلعم سے سوال کیا گیا اہل بیت میں سب سے زیادہ آپ کس سے محبت رکھتے ہیں حضرت نے فرمایا حسنؑ و حسینؑ سے اور فاطمہ زہراؑ سے فرماتے تھے میرے فرزندوں کو بلاؤ جب حسنینؑ حاضر ہوتے تو آپ انکی خوشبو سونگتے اور انہیں اپنے سینے سے لگالیتے **اصابہ** اور طبرانی نے ابوہریرہؓ سے **ذخائر العقبےٰ** میں ابن مسعود سے بروایت ابوحاتم و حافظ دمشقی اور **ینابیع المودۃ** صفحہ ۱۶۵ طبع اسلامبول میں باختلاف بعض الفاظ وارد ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ ابوہریرہ نے کہا ایک روز جناب رسالتمآب صلعم حسنؑ و حسینؑ کو ساتھ لئے باہر تشریف فرما ہوئے حسینؑ آپکے کاندھے پر تھے آپ کبھی حسنؑ کو پیار کرتے تھے کبھی حسینؑ کو تا آنکہ ہم تک پہنچے اور فرمایا من احبهما فقد احبنی و من ابغضهما فقد ابغضنی اور آنحضرت جب حالت نماز میں سجدہ کرتے تو آپ اشارے سے اصحاب کو فرماتے کہ انہیں چھوڑ دو پھر جب نماز تمام ہوتی تو انہیں آغوش مبارک میں بٹھلاتے اور فرماتے من احبنی

فلیحب ھٰذین یعنی جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اُسے چاہئے کہ حسنؑ و حسینؑ سے محبت رکھے **ذخائر العقبےٰ** میں ہے واخرج الحربی عن براء بن عاذب مرفوعاً ھذا اشار الی الحسین منّی و انا منہ و ھذا یحرم علیہ ما یحرم علیّ یعنی پیغمبر صلعم نے حسینؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ مجھ سے ہے میں اس سے ہوں جو چیز مجھ پر حرام ہے وہ اس پر حرام ہے **صواعق محرقہ** الثانی عشر اخرج الطبرانی عن فاطمۃ الزہراء مرفوعاً اما حسن فلہ ھیبتی و سودے واما حسین فلہ جرأتی وجودی خلاصہ یہ کہ فرمایا حسنؑ کو میں نے اپنی ہیبت و سرداری دی اور حسینؑ کو میں نے اپنی جرأت و سخاوت عطا کی **مودۃ القربےٰ** میں ابن عباس سے مروی ہے، رفعہ خلقت انا وعلی من شجرۃ واحدۃ وفی روایۃ عنہ خلق الانبیاء من اشجار شتّے وخلقنی وعلیاً من شجرۃ واحدۃ فانا اصلھا وعلی فرعھا والحسن والحسین اثمارھا واشیاعنا اوراقھا فمن تعلق بھا نجیٰ ومن زاغ عنھا ھوی خلاصہ مقصود یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا خدا تعالےٰ نے پیغمبروں کو متفرق درختوں سے پیدا کیا اور مجھے اور علیؑ کو ایک درخت سے خلق فرمایا پس میں اس درخت کی جڑ ہوں علیؑ اسکی شاخ ہیں حسنؑ و حسینؑ اسکے پھل ہیں اور ہمارے شیعہ اسکے پتے ہیں پس جو شخص اس درخت سے متمسک ہوا اُسنے نجات پائی اور جو اس سے منحرف ہوا وہ گمراہ ہوا۔ **ذخائر العقبےٰ** میں ابوہریرہ سے مروی ہے، قال رأیت رسول اللہ صلعم یمتص لعاب الحسین کما یمتص الرجل التمرۃ یعنی ابوہریرہ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر روحی فداہ کو دیکھا کہ حسینؑ کا لعاب دہن اس طرح چوستے تھے جس طرح کوئی آدمی کھجور چوستا ہے **مشکوٰۃ** اور **صحیح بخاری** میں منقول ہے عن انس قال لم یکن احد اشبہ بالنبیؐ من الحسن بن علیؑ وقال فی الحسین ایضاً کان اشبہھم برسول اللہ صحیح ترمذی میں بھی باختلاف بعض الفاظ اسی قسم کی حدیث جناب امیرؑ سے مروی ہے، یعنی انس کہتے ہیں کہ پیغمبر کے ساتھ حسنؑ بن علیؑ سے زیادہ کوئی مشابہ نہ تھا اسی طرح حسینؑ بھی آپ سے مشابہ تھے۔ **مشکوٰۃ** کے مناقب اہلبیت کی تیسری فصل میں مرقوم ہے عن انس قال اتے عبد اللہ بن زیاد براس الحسین فجعل فی طست فجعل ینکت وقال فی حسنہ شیئاً قال انس فقلت واللہ انہ کان اشبہھم برسول اللہ صلعم وکان مخضوباً بالوسمۃ **رواہ البخاری** پس لعنت ہو ابن زیاد پر اور یزید و اسکے اعوان و انصار پر جنہوں نے باوجود دعوے مسلمانی کے محض طمع نفسانی سے اس شہید اعظم سے وہ سلوک بے رحمانہ کیا مصرعہ ہیچ کافر نکند آنچہ مسلماں کردند۔

یہ لوگ کاش یہودی یا نصرانی ہوتے مجوسی یا آریہ و ہنود ہند ہوتے تو مسلمانوں کے سردار و مقتدا کے

نواسے کو اسطرح غربت میں رولا رولا کر ایسی بیرحمانہ اور وحشیانہ حملوں سے کبھی شہید نہ کرتے جسطرح کہ مسلمانوں
نے کیا حیرت ہے یہ کیا اور کیسے قاریان قرآن۔ تالیان فرقان مسلمان کلمہ گو تھے جنہوں نے بمقتضائے قل لا
اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ اس طرح تعمیل نص کی اور اقارب رسول کو شہید کر کے بزعم خود
خوب ہی اجر رسالت کو ادا کیا جن ظلموں کی شہادت خود حسین دے رہے ہیں ان الفاظ میں کہ انا
قتیل العبرۃ ما ذکرت عند مومن الا استعبر میں وہ کشتہ گریہ ہوں جس کسی مومن کے
سامنے میرا ذکر آئیگا ضرور اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئینگے۔

اسلئے ہماری قوم کے کل جاہل اور عالم افراد پیدائش سے لیکر موت تک سب سے زیادہ اس امر کے متمنی
ہوتے ہیں کہ پہلے مجلس سے دوسری مجلس میں زیادہ روئیں اور زیادہ ماتم کریں حسینؑ کی وہ مظلوم صورت
جنپر انکے عزیز ترین رفقاء کا غم نقش ہے انکے ساتھ گویا اگر کہتے ہونگے۔ ؎

من کیستم کہ گریہ بحالم کنی ولے ۔ مے شایدت ز نرگس شہلا گریستن

ہمارے بچے۔ جوان۔ بوڑھے۔ لڑکیاں۔ مائیں۔ بہنیں اسطرح اس زمانہ گزرنے کے باوجود بڑھتے ہوئے
غم میں روتی ہیں جسطرح وہ اپنے عزیز ترین پر نہ روئی تھیں۔ اگر ہم اپنے سر برہنہ کر دیتے ہیں تو وہ
بھی ہمارے ساتھ سر کے بال کھول دیتی ہیں اور اپنے اسباب آرائش کو شوق سے بدل دیتی ہیں گویا انہیں
نمائش سے کبھی کوئی انسانی کمزوری یا پیر ذوق رغبت ہی نہ تھی۔ ہر ایک کا جوش غم اس خیال سے بڑھتا
جاتا ہے کہ بقیۂ آلِ رسالت کو کربلاء سے دمشق تک نہ رونیکا وقت تھا اور نہ رونے کی اجازت
تھی۔ انہیں تجربہ اور یقین تھا کہ ہمیں روتے دیکھکر کوئی بے رحم ہمدردی کے ہاتھ سے نیزے کی نوک چبھو دیگا۔

سُنا آپنے اسطرح ہمارے افراد خاندان اور قوم اس مظلوم کے ماتم میں متفق ہے ایک خیال ایک ہمدردی
غم غصہ۔ نفرت حقارت۔ محبت پسندیدگی کے جذبات ایک وقت میں قوم کی ادنےٰ سے لیکر اعلےٰ تک
تقسیم ہوتے رہتے ہیں۔ ایک دریا لہریں لیتا رہتا ہے اور کبھی ہم اپنے قومی غم کی مجلسیں تمام نہیں کرتے جبتک کہ
ہم یالیتنی کنت معہم فافوز فوزاً عظیما نہ کہہ لیں یہ سب کچھ اسی لئے ہے کہ حسین مظلوم
تھے اور پھر ایسے مظلوم کہ تاریخ دنیا اسکا نظیر دکھلانے سے عاجز ہے جسکو یہود و نصاریٰ کے مورخوں نے
بھی تسلیم کر لیا ہے چند چیدہ مورخوں کا بیان بھی سن لیجئے۔

مسٹر گبن ڈکلائن اینڈ فال آف رومن امپائر میں کہتے ہیں۔ حسین ہاشم کے سلسلۂ خاندان

سے تھے اور بلحاظ اسکے کہ وہ نبی اللہ کے نواسے تھے یہ مقدس شخص انکی ذات سے وابستہ تھا اور وہ مجاز تھے کہ اپنے دعاوی کو یزید یعنی دمشق کے ظالم کے مقابلہ میں پیش کر سکتے جسکی برائیوں سے وہ متنفر تھے اور جسکے حق کو اُنہوں نے کبھی تسلیم نہیں کیا تھا۔ کوفہ سے چودہ ہزار مسلمانوں نے ایک فہرست خفیہ طور پر مدینہ بھیجی جنہیں انکی ذات سے وابستگی تھی اور جو اسپر آمادہ تھے کہ فرات کے کنارے اُنکے پہنچتے ہی (انکی حمایت میں) اپنی تلواریں کھینچ لینگے۔ اپنے سمجھدار دوستوں کے مشورہ کے خلاف اُنہوں نے مصمم ارادہ کر لیا کہ وہ اپنی ذلت اور اپنے اہل و عیال کے متعلق بیوفا لوگوں پر اعتبار کریں۔ اُنہوں نے ریگستانِ عرب کو بچوں اور عورتوں کے (مرتعش) ہمراہی میں طے کیا اور حدود عراق میں پہنچکر وہ اسمقام کی مخاصمانہ صورت یا تنہائی سے پریشان ہوئے اور وہ لوگوں کے ارتداد یا اپنے خاندان کی تباہی سے متوہم ہوئے انکا خوف درست تھا۔ عبید اللہ کوفہ کے گورنر نے بغاوت کے پہلے شرارہ کو بجھا دیا تھا اور حسینؑ کربلا کے میدان میں پانچہزار میں گھر گئے تھے جنہوں نے دریا اور شہروں کے درمیان انکا سلسلۂ آمد و شد منقطع کر دیا۔ وہ اب بھی ریگستان کے ایک قلعہ میں پناہ لے سکتے تھے جسنے قیصر اور خسرو کی طاقتوں کا مقابلہ کیا تھا اور قبیلہ طے کی وفاداری پر اعتماد کر سکتے تھے جو محافظت کیلئے دسہزار جنگجو مجتمع کر سکتے تھے۔ دشمن کے سردار سے دورانِ مشورت میں اُنہوں نے تین باعزت شرائط میں اپنے کو مختار رہنا تجویز کیا ... لیکن خلیفہ یا اس کے نائب کے احکام سخت اور قطعی تھے اور حسینؑ کو اطلاع دیگئی کہ یا وہ بحیثیت مجرم اور قیدی کے اپنے کو حوالہ کر دیں اور یا اپنی بغاوت کے نتائج قبول کریں۔

مسیو ماربین اپنے رسالہ "فلسفہ مذہب شیعہ" میں فرماتے ہیں۔ بہت بڑی دلیل اس بات پر کہ حسینؑ قتلگاہ تک گئے اور ہرگز انکا قصد سلطنت اور ریاست حاصل کرنیکا نہ تھا یہ ہے کہ حسینؑ اپنے اس علم سیاست و تجربہ سے جو اُنہیں پدر بزرگوار اور برادر عالیقدار کے زمانہ سے بنی اُمیہ کے ساتھ جنگ و جدل کرنیکے متعلق حاصل تھا خوب جانتے تھے کہ بحالت نہ مہیا ہونے اپنے اسباب کے اور بسبب اس اقتدار و عظمت یزید کے اسکے ساتھ مقابلہ کسیطرح ممکن نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ حسینؑ اپنے پدر بزرگوار کے مقتول ہونے کے بعد اپنے مقتول ہونے کی ہمیشہ پیشینگوئی کیا کرتے تھے اور جسوقت کہ مدینہ سے آپنے حرکت کی صاف صاف اور بآواز بلند کہتے تھے کہ مقتول ہونیکے لئے جا رہا ہوں اور اپنے ہمراہیوں سے بھی محض اتمام حجت کیلئے یہی بیان کرتے تا کہ جو کوئی جاہ و جلال کے حرص و طمع میں ہمراہی چاہتا ہو جدا ہو جائے اور یہی بات اُنکے ورد زبان تھی کہ قتلگاہ کا راستہ میرے سامنے ہے اور یہ بھی ہے کہ حسینؑ

کا اگر یہ ارادہ نہوتا یعنی غور و فکر اور علم و ارادہ کے ساتھ مقتول ہوجانے پر آمادہ نہوتے تو اسطرح اپنا قتل گوارا نہ کرتے اور لشکر کے جمع کرنے میں بقدر امکان کوشش عمل میں لاتے نہ یہ کہ جو ہمراہ تھے انہیں بھی متفرق و پراگندہ کر دیتے ... ظاہر ہے کہ وہ محبوبیت کا مرتبہ جو اس زمانہ میں حسینؑ کو مسلمانوں میں حاصل تھا اگر اسکے ساتھ اپنی قوت بڑھانا چاہتے تو ایک بڑا لشکر فراہم کر سکتے تھے مگر اسصورتمیں اگر وہ مقتول بھی ہوتے تو یہی کہا جاتا کہ سلطنت و بادشاہی کی خواہش میں مقتول ہوئے اور وہ مظلومیت جسکا نتیجہ عظیم الشان انقلاب تھا حاصل نہوتا کہ اپنے پاس سوائے ان لوگوں کے جنکی جدائی امکان کے باہر تھی کسی کو اپنے ساتھ نہیں رکھا مثل فرزند و برادر اور بھانجوں اور بنی اعمام اور چند مخصوص احباب باوفا کے تا اینکہ انسے بھی فرمایا کہ تم بھی چھوڑ کر جدا ہو جاؤ مگر انہوں نے منظور نکیا اور وہ بھی ایسے حضرات تھے جو مسلمانوں کے نزدیک تقدس اور جلالت کے اوصاف رکھتے تھے اور یہ مصائب انہوں نے سلطنت و بادشاہی کیلئے برداشت نہیں کئے اور نہ بغیر سمجھے ہوئے بلکہ اس مہلکہ عظیم میں انہوں نے قدم رکھا ہے جیسا ہمارے بعض مورخین (جیسے مسٹر گبن) نے خیال کر لیا ہے حسینؑ نے اپنی زندگی کے آخری وقت میں اپنے طفل **شیر خوار** کے باب میں وہ کام کیا کہ زمانہ کے فلاسفہ کے عقول کو حیران و متحیر کر دیا.... گویا اس عمل سے حسینؑ کی غرض یہ تھی کہ تمام اہل عالم واقف ہو جائیں کہ بنی امیہ کی عداوت بنی ہاشم کے ساتھ کس حد تک تھی اور تصور کرلیں کہ **یزید** دفاع کیلئے ایسے ظلم و ستم کرنے پر مجبور نہ تھا اسلئے کہ شیر خوار بچہ کا ایسی حالت میں اس وحشت ناک طریقہ سے قتل کر دینا سوائے وحشت اور بیمانہ عداوت کے جو ہر دین اور مذہب قانون و قاعدہ کے منافی ہے اور کچھ ظاہر نکرتا تھا.... ان خیالات عالیہ کے ساتھ جو حسینؑ کے مد نظر و حد بصر تھے بوجہ اس عقل عالی اور سیاست کے جو انکے لئے مسلم تھی جبتک مقتول ہوں کوئی کام ایسا نہیں کیا جس سے یہ ظاہر ہو سکے کہ بنی امیہ اسکے دور کرنے میں مجبور رہیں یہانتک کہ باوجود اس اقتدار کے جو مسلم تھا اور باوجود کمال با اثر ہونیکے حسینؑ نے کسی ایک شہر پر بھی بلاد اسلامیہ میں سے قبضہ نہیں کیا اور نہ کسی حکومت پر منجانب یزید سے حملہ کیا اور انجام میں قبل اسکے کہ حسینؑ سے کوئی مخالفانہ یا غیر مطیعانہ حرکت یا شورش دیکھ و ظاہر ہونے پائے انہیں ایک بیابان بے آب و گیاہ میں محاصرہ کرلیا۔ حسینؑ نے ہرگز نہ کہا تھا کہ میں بادشاہ ہونگا یا میں بادشاہی کا طالب ہوں فقط بنی امیہ کے اعمال قبیحہ کا اظہار کیا تھا اور کہا تھا کہ انکی وضع و طرز سلوک باعث اضمحلال اسلام ہے اور اپنے مقتول ہونیکی خبر دی تھی

اور اپنی مظلومیت پر خوش و مسرور تھے اور جب اُنہیں جنگل میں گھیر لیا تھا اسوقت بھی کہتے تھے کہ اگر مجھے چھوڑ دو تو میں آمادہ ہوں کہ میں اپنے عیال و اطفال کو لیکر سلطنت یزید یعنی ممالکِ اسلامیہ سے باہر چلا جاؤں۔

اسی ایک نکتہ نے جس سے حسینؑ کی سلامت نفس واضح ہے مسلمانوں کے دلوں میں برخلاف بنی امیہ کے انتہا درجہ کا اثر کیا۔

مسٹر ارتھران واشٹن سی۔آئی۔ای فرماتے ہیں (مدینہ سے مکہ جانیکا تذکرہ کرکے)

ترجمہ خلاصہ۔ کیا یہ باتیں ایسی ہیں جنسے کوئی شخص یہ نتیجہ نکال سکے کہ حسینؑ نے ملک کی ہوس میں خود بھی جان دی اور اپنے کنبے کو بھی کٹوا دیا۔ اگر آپکے دل میں ملک گیری کی اُمنگیں ہوتیں تو آپکو بار بار یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ میں تو گوشہ نشینی میں عمر بسر کرونگا یا کسی دوسرے ملک کو چلا جاؤنگا۔ میرے واسطے دشمن راستہ چھوڑ دیں اور میرے متعرض نہ ہوں۔ کیا جب حسینؑ کعبہ کو گئے یا کعبہ سے چلے تو اسوقت کسی فوج کشی کا سامان کیا گیا۔ کیا منادی کیگئی کہ ہم یزید کے مقابلہ کیواسطے جاتے ہیں۔ جانا ایک بادشاہ کے مقابلہ میں اور ساتھ کُل بہتر آدمی ہوں۔ دانا اور منصف لوگ اس سامان سے خیال کر سکتے ہیں کہ کیا ملک گیری کے خیالات کا شروع ایسا ہی ہوا کرتا ہے اگر حسینؑ علیہ السلام کو جنگ دنیوی کی ضرورت ہوتی تو یقیناً آپ مدینہ اور مکہ کی قوتوں میں ایک آسانی سے اثر پیدا کر سکتے تھے اور ممکن نہیں تھا کہ ایک لڑائی کی صورت میں یزید کعبہ پر حملہ آور ہو کر امام کے برخلاف فتحیاب ہوتا۔ امام کا نہایت غربت اور مسکینی سے روانہ ہونا صاف طور پر ثابت کرتا ہے کہ آپکے پاک دل میں ایسے خیالات کا اثر بھی نہ تھا انتہی ملخصاً۔

مسٹر جان لونگ کی نظم جو حسینؑ علیہ السلام کے حالات میں لکھی گئی ہے خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ وہ شخص (حسینؑ) دیندار۔ خدا پرست۔ فروتن۔ خلیق اور بے مثل بہادر تھا۔ وہ سلطنت اور حکومت کیواسطے نہیں لڑتا تھا بلکہ خدا پرستی کے جوش میں وہ یزید سے اسواسطے بیزار تھا کہ وہ اسلام اور دین احمدی کے خلاف تھا۔ انتہی **اسکے** بعد اب یہ کہنے سے ہرگز میں باز نہیں ہو سکتا کہ حسین علیہ السلام کی روش ہرگز نزاعی نہ تھی اگر کوئی منصف خوب غور و تامل کرے تو یقین کر سکتا ہے کہ حسینؑ نے اپنی جان اپنے جد رسول خدا صلعم کے دین مبین پر نثار کی اور یہ تزلزل جو ارکان دولت بنی امیہ میں ظاہر ہوا بعد شہادت حسینؑ کے واقع ہوا اور کفر و ضلالت انکا ظاہر ہوا مگر بعد اس بات کے کہ حضرت درجۂ شہادت سے فائز ہوئے اور اگر حسینؑ اشقیاء سے مصالحہ کر لیتے تو قوت

دشوکت انکی زیادہ ہوتی اور امر انکا لوگوں پر مشتبہ ہوجاتا اور دین کے نشان پوشیدہ اور آثار ہدایت کے کہنہ ہوجاتے حدیثوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ حسینؑ مدینہ سے نہیں نکلے مگر خوف قتل سے اسی طرح مکہ سے نہیں نکلے مگر جبکہ جان لیا کہ غدار و مکار در پئے قتل ہیں یہانتک کہ حسینؑ کو ارکان حج بھی تمام کرنا ممکن نہوا تا آنکہ حسینؑ محل ہوئے اور حج کو عمرہ سے بدل کر بکمال خوف و دہشت وہاں سے کربلا کو روانہ ہوئے افسوس ہے ان کلمہ گو نامسلمانوں پر جنہوں نے زمین کو ان پر تنگ کیا اور راہ چارہ مسدود کی اور جائے امن و محل پناہ باقی نرکھا اور انکو مع اولاد و اعوان کے مثل ایک گوسفند کے پیاسا دریا کے کنارے ایک بیابان بے آب و گیاہ میں محاصرہ کر کے شہید کر ڈالا اور اُسکے ناموس کو اسیر کر کے در بدر پھرایا پس حسینؑ نے جسطرح حین حیات میں دین اسلام کو فوائد سے مالا مال کیا انکی شہادت بھی دین اسلام کے بقاء ابدی اور حیات سرمدی کا باعث ہوئی جسکے کثرت فوائد سے اب ارکان اسلام ایسی طرح مستحکم ہوگئے ہیں کہ دُنیا کی تمام طاقتیں بھی اگر ملکر آئیں تو اسمیں سر سوزن اب رخنہ نہیں ڈالسکتیں ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا۔ میری یہ تقریر ناقص رہجائیگی اگر بمفاد مالایدرک کلہ لایترک کلہ فلسفہ شہادت کے ان بعض معرکۃ الآراء فوائد کے بیان سے غفلت کے پردے کو نہ اُٹھادوں جنکو کہ اس شہادت کُبریٰ کا دائرۃ المعارف یا مرکز و مدار قرار دینا بیجا نہوگا۔

فوائد شہادتِ مظلومِ کربلاء

اوّل فائدہ شہادت یہ ہے کہ اگر امام حسین علیہ السّلام شہادت نہ پاتے تو تین حال سے خالی نہ تھا۔ یا تو آپ یزید کی عیاذاً باللہ بیعت کر لیتے یا کسی ایسے مقام پر چلے جاتے جہاں یزید کا دسترس نہوتا۔ یا آپ اپنے گھر میں خاموش بیٹھے رہتے پس پہلی صورت میں اسلام کو جس قدر نقصان پہنچتا اسکا اندازہ نہیں ہوسکتا بلکہ اسلام نابود ہوجاتا اسلئے کہ آپکے بیعت کر لینے سے عام مسلمانوں پر یہ بات حجت اور ثابت ہوجاتی کہ زانی فاسق و فاجر شارب الخمور و راکب الفجور کی بیعت کر لینی بھی صحیح ہے اور ایسا شخص بھی خلیفۂ رسول ہوسکتا ہے جو تعلیم اسلام کے خلاف ہے اور اسکے علاوہ اگر آپ بیعت کر لیتے تو بالضرور آپ پر اور آپکے تابعین بلکہ جملہ اہل اسلام پر یزید پلید کی اطاعت لازم ہوجاتی کیونکہ آپکا بیعت کر لینا گویا اُسکو خلیفۂ برحق سمجھ لینا تھا ایسی صورت میں یقیناً اسکے تمام افعال و اقوال میں اطاعت کرنی پڑتی حالانکہ وہ زانی شرابخوار شطرنج باز تھا مزید برین آپکی بیعت کر لینے سے

رسول ختمی رسالتؐ فداہ روحی کے قول کی تکذیب لازم آتی کہ آپنے فرمایا ہے مثل اھل بیتی کسفینۃ
نوح من رکب فیھا نجی ومن تخلف عنھا غرق وھوی اور یہ بھی کہ ما ان تمسکتم بھما
لن تضلوا بعدی جس سے صاف ظاہر ہے کہ اہل بیت اور قرآن کے سوا کسی کو اپنا متبوع بنانا جائز
نہیں ہے اور آپکی بیعت یہ اصول بتاتی ہے کہ اہل بیت سے تخلف اور غیر اہل بیت کی متابعت اسلامی
شریعت میں حلال ہے حالانکہ پیغمبر اسلام صلعم اسکو حرام بتاتا ہے اور خدا یتعالے کے قول کی بھی
تکذیب لازم آتی ہے اللہ تعالے فرماتا ہے یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت الخ
اس سے اہل بیت کی طہارت وعصمت ظاہری وباطنی ثابت ہے اور آپ معاذ اللہ ایسے شخص کی
بیعت کرتے ہیں جو بالکل فاسق بیدین ہے جس سے انتہا درجہ کی نجاست ثابت ہوتی ہے پھر اگر آپ اُسکی
بیعت کر لیتے تو ارادۂ خدا کو توڑ دیتے اور اُس کی خبر کو جھوٹ ثابت کر دیتے نعوذ باللہ من ذلک
اسمیں ایک اور نقص یہ تھا کہ حسین علیہ السلام کے بیعت کر لینے سے یہ ثابت ہوتا کہ تمام ناجائز امور
اور مناہی شرعیہ کا ارتکاب عیب کی بات نہیں ہے کیونکہ اسکی بیعت میں تمام اُس کے افعال کی تصدیق
ہو جاتی ہے اسمیں انہدام اسلام نہیں تو کیا ہے آج کہیں عالم میں نام ونشان بھی نہ باقی ہوتا۔

اب ملاحظہ ہو دوسری صورت جسمیں اسلام کو اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچتا جس کی تلافی قیامت تک
ہونا ناممکن تھی کیونکہ ظاہر ہے کہ اگر آپ کسی ایسی جگہ چلے جاتے جہاں یزید کا اقتدار نہوتا تو اُسکا
قطعی نتیجہ یہ ہوتا کہ تمام اہل اسلام یزید کی بیعت کر لیتے جسطرح لاکھوں نے قبل اسکے بیعت کر لی اور سب کے
سب بیدین ہو جاتے اور آپکی نہ بیعت کرنے اور شہادت اختیار فرمانے کا یہ عظیم فائدہ اسلام کو ہوا کہ
کروڑوں آدمی یزید کی بیعت سے بچگئے اور اُسکے سخت مخالف ہو گئے بلکہ اکثر متبعین اسکے بھی اس سے
منحرف ہو گئے وذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

رہی تیسری صورت کہ آپ خاموش گھر میں بیٹھے رہتے اور بالکل ہاتھ پاؤں نہ ہلاتے تو اسصورت میں
بغیر اتمام حجت وہ شہید کر دئے جاتے کیونکہ جسوقت یزید تخت نشین ہوا ہے آپ اُسوقت وطن
ہی میں تشریف رکھتے تھے اور ہرگز کسی سے آپکو تعرض نہ تھا لیکن یزید نے حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کو
سخت تاکید لکھی کہ حسینؑ سے یا بیعت لے یا سر کاٹ کے بھیجدے پس ایسی صورت میں کیونکر ممکن تھا کہ آپ
گھر بیٹھے رہتے اور بیعت نکرتے اور اگر بیعت کر لیتے تو وہی خرابیاں واقع ہوتیں جو مذکور ہو چکیں۔

دویم مختصراً فائدۂ شہادت یہ ہے کہ بانئے اسلام علیہ وآلہ السلام کے صفات کمالیہ کی تکمیل امام حسین علیہ السلام کی شہادت پر موقوف و منحصر تھی وہ کمی اُسی وقت پوری ہوئی جبکہ آپنے شہادت پائی یہ بہت بڑا احسان اور فائدہ اسلام کو آپکی شہادت سے پہنچا اور حضور اسلام اس بارے میں ممنون احسان ہے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ زمخشری نے اپنے مقتل میں اور مولوی عبدالعزیز نے سر الشہادتین میں اسکے متعلق جو کچھ لکھا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر صلعم چونکہ خاتم الانبیا تھے اور انکی نبوت و رسالت سے حق تعالےٰ کو آئندہ کیلئے نبوت ختم کردینی مقصود تھی اسوجہ سے جتنے کمالات کہ فرداً فرداً تمام انبیاء سابقین میں موجود تھے وہ سب رسول اللہ صلعم میں جمع کر دئے تھے مثلاً حضرت داؤدؑ کو خلافت من اللہ حاصل تھی ہمارے نبی کو بھی خلافت من اللہ حاصل تھی حضرت سلیمان کو مملکت عالم بادشاہی دیگئی تھی ہمارے پیغمبر روحی فداہ بھی تمام روئے زمین شور و شیرین کے بادشاہ ہوئے۔ یوسف علیہ السلام کو حسن ملا تھا ہمارے پیغمبر صلعم کو بھی بدرجۂ اعلےٰ حسن حاصل تھا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو خلت و محبت کا مرتبہ ملا تھا پیغمبر صلعم کو بھی وہی رتبہ حاصل ہوا۔ موسےٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو خدا تعالےٰ نے اپنے کلام سے ممتاز فرمایا تھا ہمارے پیغمبر صلعم کو بھی کلام سے شب معراج ممتاز فرمایا یونس علیہ السلام کو عبادت میں تفرد حاصل تھا رسول آخر الزمان صلعم کو اُنسے بڑھ کے عبادت میں مرتبہ حاصل تھا طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ اسیلئے انکی شان میں نازل ہوئی مرتبہ شکر نوح نجی اللہ کو اگر حاصل تھا تو آنجنابؐ میں بدرجہا اُنسے زیادہ تھا۔ عیسےٰ مسیح علیہ السلام کو احیاء موتے اور ابراء اکمہ و ابرص کا کمال اگر حاصل تھا تو پیغمبر روحی لہ الفداء کو اُنسے بہتر ہزاروں ہی باتوں میں کمال تھا غرض جتنے صفات انبیائے سلف میں تھے وہ سب ہمارے رسولؐ میں موجود تھے۔ مثلاً برگزیدگی۔ رویتِ جمالِ اقدس۔ قربِ منزلت۔ شفاعت۔ علم و معرفت۔ فیصلہ قضایا وغیرہ صرف شہادت ہی ایک ایسا مرتبہ تھا جو ذات خاص کو نہیں دیا گیا اس میں مصلحت یہ تھی کہ اگر آپ شہید ہو جاتے تو اسلام کی بنیاد ہرگز قائم نہ رہ سکتی اور عام لوگوں کی نگاہ میں دین اسلام کمزور معلوم ہوتا اسلیئے حق تعالےٰ نے اس مرتبہ کو اُنسے ہٹا کر آپکے دونوں نواسوں میں قرار دیا تاکہ دونوں قسم کی شہادتیں جو عقلاً ممکن ہے حاصل ہو جائیں کیونکہ ایک ہی شخص میں دونوں شہادتیں ظاہری اور باطنی نہیں پائی جا سکتیں پس شہادت باطنی کو امام حسنؑ کیلئے مقرر کیا اور شہادتِ ظاہری کا مرتبہ امام حسین علیہ السلام کو دیا گیا تاکہ وہ کمال جو آنحضرتؐ

رہ جاتا تھا ان دونوں کے الحاق سے پورا ہو جائے۔

غور فرمائیں کہ مولوی صاحب کی اس تحریر سے چند اہم امور ثابت ہوتے ہیں (۱) یہ کہ جناب ختمی مرتبت صلعم اور حسنین علیہما السلام میں اسطرح کا اتحاد باطنی تھا کہ انکا شہید ہونا گویا عین رسول اللہ صلعم کا شہید ہونا سمجھا گیا اگر عینیت محضہ ہوتی تو یقیناً کوئی وجہ نہ تھی کہ انکی شہادت سے آنحضرتؐ کے بقیۂ کمال کی تکمیل ہو (۲) یہ کہ حسنین علیہما السلام کا مرتبہ خدا یتعالےٰ کے نزدیک نہایت عظیم تھا جسکا بیان قریب قریب ناممکن کے ہے لیکن کم از کم یہ ثابت ہو گیا کہ یہ دونوں بزرگوار ملکے ایک کے برابر تھے جب تو ان دونوں برادر کی شہادت بمنزلہ ایک شہادت رسول خدا صلعم کے سمجھی گئی اور فی الحقیقت مولوی صاحب ممدوح کے اس خیال کی تائید ہوتی ہے اس سے کہ پیغمبر صلعم ان دونوں صاحبزادوں کے وجود حقیقی اور اپنے وجود کو عالم ارواح میں ایک فرمایا فقط ظاہر میں یہ امر تھا کہ کئی صورتوں میں نمودار تھے جیسا کہ دریا کا پانی چند شیشوں میں ہو اگرچہ وہ بظاہر متفرق ہے مگر حقیقت مائیہ سب کی ایک ہے (۳) یہ کہ حضور رسالت مآبؐ روحی فداہٗ کی شہادت خواہ علانیہ ہوتی یا خفیہ اسلام میں ضرور اختلال کا باعث ہوتی لیکن امام حسینؑ کی شہادت نے اُس اختلال کو مٹا کے اسلام میں دوبارہ روح تازہ پھونک دی کیونکہ انکی شہادت پر بانیٔ اسلام علیہ وآلہ السلام کے کمالات کی پوری تکمیل ہو گئی اور وہ نقصان جو کسی قدر محسوس ہوا تھا مٹ کے انتہائے کمال کو پہنچ گیا (۴) یہ بھی یقینی طور پر واضح ہو گیا کہ مرتبۂ شہادت جو رسول صلعم کے کمالات میں داخل تھا اُسکا پورا کرنے والا سوائے حسنینؑ کے اور کوئی نہ تھا اور کسی میں اتنی قابلیت نہ تھی کہ اسکی شہادت رسول اسلامؐ کی شہادت کا عوض بنسکے خواہ وہ پیغمبر صلعم کے صلبی اولاد ہوں یا اصحاب ہوں یا انصار۔

سیوم فائدۂ شہادت یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے تمام انبیا و سلف کے کلام کی صداقت اور تمام آسمانی کتابوں کی حقیقت و صلحا و اصحاب کے اخبار کی صحت ظاہر و ثابت ہوئی ورنہ انمیں سے ایک بات بھی سچی نہ ثابت ہوتی پس ظاہر ہے کہ بانیٔ اسلام علیہ السلام کا کلام اگر خلاف واقع ثابت ہوتا تو یقیناً اسکا دین اور اسلام و کتاب کچھ بھی قابل عمل نہ سمجھا جاتا۔

چہارم امام حسین علیہ السلام کی شہادت سے جناب امیر المومنینؑ کے سچے وصی رسول ہونے کی بھی تصدیق ہی اسلئے کہ وہ پھر تو نکی پیشگینیاں جو ابن عباس نے صحرائے کربلا میں صفین کی لڑائی سے واپس آتے وقت

اُٹھائی تھیں اور اپنی آستین میں رکھ لی تھیں روزِ عاشورا خون ہوگئیں جیسا کہ جناب علی ابن ابیطالب علیہ السلام نے خبر دی تھی ۔

پنجم شہادت امام حسین علیہ السلام ایک نہایت رکن رکین اور اصل اصول اسلام یعنی وجود خدا کے ثابت ہوا اور اسی شہادت کبریٰ کی وجہ سے دہریہ کا اصل اصول وما یہلکنا الا الدھر باطل ہوگیا کیونکہ جناب کی شہادت پر ایسے ایسے آثار عجیبہ اور معاجز غریبہ ظاہر ہوئے جن کا ہونا بغیر کسی بڑی طاقت والے حکیم قادر کے نہیں ہوسکتا مثلاً آپکی شہادت پر چالیس دن یا چھ مہینے تک آسمان سے خون برسنا اطراف عالم میں پانی کے ظروف کا خون سے بھر جانا جیسا کہ دلائل النبوۃ میں ابونعیم نے لکھا ہے یا بقول سیوطی جیسا کہ تاریخ الخلفاء میں مذکور ہے اور ابومخنف نے بھی روایت کیا ہے کہ ندی نالوں میں پانی کا خون ہو جانا ۔ آفتاب میں تین ہفتہ تک گہن لگا رہنا ۔ زمین کو سخت زلزلہ آنا ۔ تمام اطراف عالم کا سیاہ ہو جانا ۔ ہر سنگریزے کے نیچے سے جو زمین سے ہٹایا جاتا چالیس دن تک خون تازہ جوش مارتے ہوئے ملنا وغیرہ ۔ ان سب امور کا ایک وقت میں مہیا ہو جانا جنکے اسباب لاکھوں برس میں بھی مہیا نہیں ہوتے اور مختلف قوتوں کا ایک ہی مرتبہ کام کرنے لگنا اس بات کو صاف بتاتا ہے کہ عالم میں دھر کا کوئی فعل نہیں ہے ورنہ ہر شخص کے قتل پر دھر کا ایسا ہی اقتضا ہونا چاہئے تھا پس اس شہادت کبریٰ نے یقیناً واضح اور قطعی ثابت کر دیا کہ یہ سارے امور کسی عظیم الشان قادر کے ہاتھ میں ہیں جو انکا خالق موجود اور ہر شئے پر قادر مطلق ہے دہریوں کا دہر محض وہم و خیال ہے اور یہ افعال و آثار کسی خاص سبب پر موقوف نہیں ہیں بلکہ وہ خالق قادر جب چاہے بغیر اُن اسباب کے بھی دکھلا سکتا ہے ۔

ششم اس شہادت عظمےٰ نے جناب امام حسن مجتبےٰ علیہ السلام کی پیشینگوئی کی بھی تصدیق کی جو آنجناب نے بوقت انتقال امام حسین علیہ السلام سے اُنکی شہادت کی خبر دی تھی ۔

ہفتم اس شہادت کبریٰ سے حضور ختمی رسالت صلعم فداہ روحی کی نبوت و رسالت بھی ثابت ہوتی اور بتا دیا کہ آنجناب نے بمفاد و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحیٰ کبھی اپنی خواہش نفسانی سے کوئی بات نہیں کہی جو کچھ بھی فرمایا وحی و تعلیم الٰہی سے ارشاد کیا اور پیغام رسالت میں صادق تھا کیونکہ اس شہادت کبریٰ کے متعلق بہت کچھ قبل از وقوع آنجناب صلعم نے خبر دے رکھی تھی

اور وہ سب امور شہادت حسینؑ میں من و عن پورے ہوئے اور رسولخدا صلعم کو سچا رسول ثابت کر دیا مثلاً حضور صلعم نے امّ سلمہ کو خاک دی تھی اور فرمایا تھا کہ حسینؑ کی شہادت کے بعد یہ خون ہو جائیگی ویسا ہی ہوا یا یہ کہ فرمایا تھا حسینؑ زمین کربلا پر شہید ہونگے ایسا ہی ہوا یا یہ کہ حسینؑ تنہا نہیں قتل ہوگا بلکہ اس کے ساتھ میری نسل سے بہت سے آدمی شہید ہونگے یا اپنی خبر دی تھی کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حسینؑ کو مبروص قتل کریگا ایسا ہی ہوا کیونکہ شمر ملعون مبروص تھا اور وہی اس امرِ عظیم کا مرتکب ہوا۔ آپنے فرمایا یا ابن عباس کانی بہ قد خضبت شیبتہ من دمہ یدعو فلا یجاب و یستنصر فلا ینصر مقتل ابو مخنف میں پیشنگوئیاں بکثرت مندرج ہیں۔

ہشتم اس شہادتِ کبریٰ نے نہایت عظیم الشان مسئلہ نیچر کو باطل کر دیا اور دُنیا کو تسلیم کرا دیا کہ پابندی نیچر کوئی چیز نہیں بلکہ خالق حکیم و قادر قدیم کے اختیار میں ہے کہ جب چاہے چیز کو بدل دے کوئی اسکو مانع اور مخل نہیں ہو سکتا وہ کسی قوت یا سبب کا محتاج نہیں وہ تمام مخلوقات میں اپنے تصرفات سے عاجز نہیں اس شہادتِ عظمےٰ سے اس قدر امور نیچر کے توڑنے والے ظاہر ہوئے اگر ان سب کو جمع کیا جائے تو ایک مبسوط کتاب ہو جائیگی اسلئے مختصراً بعض آثار شہادت آپکے لئے بیان کرتا ہوں۔

آثار عجیبہ شہادت مظلوم علیہ السلام

(۱) یہ امر مسلم ہے اور حذاق الاطباء کا اتفاق ہے کہ انسان کا خون کسی طرح مرض جذام کی دوا نہیں ہو سکتا ورنہ دُنیا میں کوئی جذامی نہوتا کیونکہ خود اسکا خون اسکی اصلاح مزاج کیلئے کافی ہو سکتا۔ مگر اس شہید مظلوم کے خون میں جبکہ طائر نے اپنے پروں کو رنگین کر کے مدینہ میں پہنچا اور ایک درخت پر بیٹھ گیا اپنی فطری آواز سے کچھ بول رہا تھا کہ ایک نابینا مجذوم لڑکی یہودی کی جو اس درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی تھی اُن قطراتِ خون کے ملنے سے جو طائر مذکور کے پروں سے ٹپکتے تھے صحیح و سالم ہو گئی۔ **بحار الانوار** جلد دہم میں مفصل یہ واقعہ درج ہے۔

(۲) کوئی عقل اسکو تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتی کہ روح کا تعلق بدن سے قطع ہو جانے کے بعد جبکہ اعضاء بدن میں افتراق ہو جائے تو انمیں تغیر ہو جاتا ہے جبتک کافور وغیرہ جیسے ادویات کا استعمال نہو اور کسی محفوظ جگہ میں جہاں حرارت خارجہ اپنا اثر نہ ڈال سکے نہ رکھا جائے لیکن جناب سید الشہداء روحی لہ الفداء

ونیز تمام شہدائے کربلا کے سرہائے منورہ کربلا سے کوفہ تک گئے اور کوفہ سے شام تک بکمال تمازت آفتاب میں گئے مگر اس عرصۂ درازمیں بالمرہ انمیں تغیر تک حادث نہیں ہوا بلکہ بقول بعض مورخین کے اسوقت بھی مشک وعنبر کی خوشبو اُن سروں سے آتی تھی۔

(۳) چالیس دن تک آپکی شہادت کے بعد جو پتھر بیت المقدس کی زمین سے اُٹھایا جاتا تھا اُسکے نیچے سے خون تازہ کا اُبلنا کون سا نیچر تھا۔

(۴) تین ہفتہ تک بغیر کسی ظاہری سبب کے خلاف قانون منجمین آفتاب کو گہن لگا رہنا نیچریوں کا نیچر شکن ہوا یا نہیں۔

(۵) جبکہ لشکر ابن زیاد شہدائے کربلا کے سروں کو مع اہل بیت کوفہ میں پہنچا ہے تو بوقت داخلۂ شہر ایک ملعونہ نے جسکو خاص امام مظلوم کربلا سے قلبی عداوت تھی ایک پتھر اُٹھا کے سر اقدس پر مارا اسوقت سر مطہر نیزہ پر تھا فوراً اُس سے تازہ خون بہنے لگا جسپر زینب خاتون نے کہا ہائے اے ماہ امامت ابھی تجکو کمال بھی نہیں ہوا تھا کہ گہن لگ گیا حالانکہ مدت سے سر اقدس جدا ہو چکا تھا اس خون کا اتنے عرصہ بعد سر جدا شدہ سے جاری ہونا نیچر کے مخالف ہوا یا نہیں۔

(۶) آپکے سر مطہر نے نوک نیزہ پر تلاوت قرآن مجید کس فصاحت و بلاغت سے کی ایک مقام پر وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون تلاوت فرمائی اور کئی مقام پر ام حسبت ان اصحاب الکھف والرقیم کانوا من ایاتنا عجبا کو تلاوت کیا راوی نے کہا خدا کی قسم آپ انسے بڑی نشانی ثبوت وجود خدا کے ہیں کذا نقلہ ابو مخنف وغیرہ پس بریدہ سر کا تلاوت قرآن مجید کرنا نیچر شکن واقعہ تھا یا نہیں۔

(۷) جبکہ خود سر مطہر مظلوم کربلا کو قاتل عمر بن سعد کے پاس لیگیا تو خاک و خون میں بھرا ہوا ہونے کیوجہ سے وہ نہ پہچان سکا قاتل نے یہ تدبیر سوچی کہ اسے نہر فرات میں دھوکے پیش کرنا چاہئے جب پانی سے دھونے لگا زبان مبارک مُنہ سے باہر تھی لبوں کو بند کر لیا اور قاتل کے سبب دریافت کرنے پر جواب دیا کہ اسی پانی کیواسطے میری اولاد قتل ہوئی میرے اعزا و شہید ہوئے پھر کیا ممکن ہے کہ میں اُس سے زبان تر کروں یہ واقعہ عجیبہ نیچر شکن تھا یا نہیں۔

(۸) اس شہادت کے واقع ہوتے ہی وہ مٹی جسے ام سلمہؓ نے بوتل میں رکھ چھوڑی تھی خون ہو گئی اور ابن عباس کی آستین میں سنگنیاں خون بن گئیں کذا نقلہ احمد فی المسند کیمیائے سعادت غزالی اور ابانۂ ابن بطہ وغیرہ میں بھی مفصل مذکور ہے یہ واقعہ غریبہ نیچر شکن ہے یا نہیں۔

(۹) اللہ اللہ بے سر مُردوں کا بعد روح نکل جانے کے اُٹھ بیٹھنا اور کٹے ہوئے گلے سے آواز آنی جس طرح صحیح سالم آدمی بات کرتا ہے اور اس سے کسی آواز کا سننا درانحالیکہ اس سے تمام حواس خمسہ ظاہرہ و باطنہ علیحدہ ہو چکے ہوں یقیناً عام مسلمہ نیچر کے خلاف ہے حالانکہ امام حسین علیہ السلام روز عاشورا تیسرے پہر کو جبکہ اکیلے رہگئے اور ھل من ناصر ینصرنا اور ھل من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ۔ وغیرہ کلمات اتماماً للحجت فرمائے تھے تمام شہدائے کربلا خواہ اصحاب کے لاشے ہوں یا اعزاء و اقرباء کے حرکت کرنے لگے اور انسے آواز آئی یا ابن رسول اللہ اگر آپ اب بھی اجازت دیں تو آپکی مدد کیلئے تیار ہیں یہ واقعہ عجیبہ نیچر شکن تھا یا نہیں۔

پس ان وجوہ سے ثابت ہوا کہ امام مظلوم علیہ السلام کا وجود مطہر جسطرح حین حیات میں باعث ہدایت خلق تھا بعد شہادت بھی اسیطرح موجب ہدایت و باعث اشاعت اسلام ہوا۔

غور فرمائیں کہ اسوقت تک تقریباً اس بارہ سو برس کے طویل عرصے میں ہر سال ہر مہینے ہر روز انکی ذکر شہادت سے اشاعت اسلام ہوتا رہا اور اسی طرح قیامت تک آپکے یہ برکات و فیوض جاری رہینگے اور کسی طاقت کے مٹائے وہ مٹ نہیں سکینگے۔ دیکھئے کسطرح اُنکے مٹانے والے بنی اُمیہ کا تخت اُلٹ گیا اُنکے افواج و تاج خاک میں ملگئے انکی ناکیں زمین پر رگڑی گئیں انکی گردنیں توڑ ڈالی گئیں انکے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے گئے اُنکے گھروں میں کتے لوٹتے ہیں انکی دیواروں پر اُلو بولتا ہے۔ اُنکی کھوپریوں کو دیمکوں نے کھا لیا ہے انکے مزاروں کا اب نشان تک نہیں ملتا لیکن حب حق کے شیدائی کی کھیتی مٹانے کو یہ بجلیاں گری تھیں جنکے نام و نشان تک اُڑا دینے کو یہ آندھیاں چلی تھیں وہ آج کس حالت میں سرسبز اسوقت سے بھی زیادہ لہلہاتی اور پیشتر سے بیشتر عزت و عظمت میں ہیں یزید پلید کی بلند قصروں کا کہیں نشان تک باقی نہیں اسکی سلطنت کا کہیں پتہ نہیں صبح کو اس ملعون کا کوئی نام لینا گوارا نہیں کرتا مگر اس مظلوم کا قلعہ مستحکم اور سلطنت روئے زمین شور و شیریں پر وسیع اسکے دروازے پر لاکھوں گردنیں تعظیم کیلئے خم اور کروڑوں پیشانیاں انکی چوکھٹ پر رکھی جاتی ہیں تمام اسلامی دُنیا اسکی فوج میں داخل ہر شہر، قصبہ، ہر گاؤں اور گھر میں واہ حسینؑ واہ حسینؑ کے نعرے بلند سنائی دے رہے ہیں۔ دُنیا کا کوئی حصہ نہیں جہاں حسینیؑ نسل نہ موجود ہو پس میں کیونکر کہوں وہ مرگئے وہ تو مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں لاتحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ

امواتا بل احیاء عند ربھم یرزقون کے یہی معنی اور مقصود ہے یعنی جو لوگ راہ خدا میں مارے گئے انکو مردہ مت سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں خدا کے پاس انکو روزی دیجاتی ہے پس جسطرح مخالفین سلف کا حشر آپنے دیکھ لیا ۔ مخالفین خلف کا جو تعزیہ مجالس و بکاء حسین کو منع کرتے ہیں اور مظلوم کی یادگار کو مٹانا چاہتے ہیں اپنے اسلاف کیطرح وہ خود مٹ جائینگے اور نام و نشان تک انکا باقی نہیں رہیگا ۔ **شعر** یہ چمن ایسا رہیگا اور ہزاروں جانور + اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اُڑ جائینگے +

عوض شہادت حسین علیہ السلام کو اس شہادت عظمےٰ کے عوض میں وہ چار چیزیں خدا تعالےٰ نے عنایت فرمائیں ہیں جو کسی پیغمبر کو بھی عطا نہیں ہوئیں جیسا کہ **مقتل بحار** جلد عاشر باب ما عوّضہ اللہ بالشہادہ میں محمد بن مسلم سے مروی ہے قال سمعت ابا جعفر و جعفر بن محمّد علیہما السّلام یقولان انّ اللہ عوض الحسین من قتلہ ان جعل الامامۃ فی ذریتہ والشّفاء فی تربتہ و اجابۃ الدّعاء عند قبرہ و لا یعد ایام عمر زائرہ جائیا و راجعًا یعنی امام محمد باقر اور امام جعفر صادق سے میں نے سنا ہے کہ فرماتے تھے حق تعالےٰ نے امام حسین علیہ السّلام کو شہادت کے عوض میں چار چیزیں عنایت فرمائیں ہیں ۔ **اوّل** امامت انکی اولاد میں رہی **دوم** آپکی خاک میں یعنی خاک کربلا معلےٰ میں بیماروں کے لئے شفار مقرر کی ۔ **سوم** حضرت کی قبر کے پاس کھڑے ہو کے دُعا کرنے سے دُعائیں قبول ہوتی ہیں ۔ **چہارم** جو شخص کہ آپکی زیارت کو جائے اُس کے جانے اور واپس آنے کا زمانہ اسکی عمر کی مدت میں محسوب نہوگا اور **بروایت** اہل سنت جو تھا عوض شہادت کا والشّفاعۃ فی اُمّتہ جدّہ مذکور ہے یعنی حسینؑ کیلئے شفاعت عطا کیگئی ہے نانا کی اُمّت کیواسطے ۔ **امام موسےٰ کاظم** علیہ السّلام نے فرمایا کہ میری قبر کی خاک سے استشفاء نکرو بلکہ میرے جد امام حسین علیہ السّلام کی خاک قبر سے شفا چاہو کیونکہ خدا تعالےٰ نے اس خاک میں ہمارے شیعوں اور دوستوں کے لئے شفاء قرار دی ہے باقی اور خاکوں کا استعمال حرام ہے ۔ **امام جعفر صادق** علیہ السّلام کا فرمان ہے کہ خاک قبر حسینؑ ہر درد کی شفاء ہے **امام رضا** علیہ السّلام نے ایک شخص کو خلعت عطا کیا اُسمیں بھی خاک قبر امام حسینؑ رکھدی تھی جب دریافت کیا تو معلوم ہوا آپ جب کوئی چیز دیتے ہیں اس میں خاک شفاء بھی عنایت فرماتے ہیں اور ارشاد کرتے ہیں کہ یہ خاک پاک بحکم خدا تعالےٰ

ہر بلاء سے موجب امان ہے **مروی** ہے کہ بیمار کو خاک شفاء بہ نیت شفاء برابر دانۂ نخود کھلانی چاہیئے غرض یہ تربتِ شفا و جس طرح دواء آلام و اسقام ہے اسیطرح موجب قبولیت نماز بھی ہے جیساکہ **حدیث** الائمہ میں وارد ہے السجود علی تربت الحسین یتم الصّلوٰۃ ولو کانت ناقصۃ یعنی سجدہ خاک پاک حسین علیہ السّلام پر کرنا باعثِ قبولیت نماز کا ہے نماز جیسی عبادت جو جملہ اعمال طاعات و عبادات سے افضل ہے اسکی برکت سے قبول ہوگی سجدگاہ خاک اسیلئے شیعوں میں مرسوم ہے۔ خاکسار نے لمعۂ لمعانی میں خاص اسی مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے۔

فلسفۂ مجالس مصائب حسین علیہ السّلام و بکاء

رونا اور محزون ہونا بھی مصائب مظلوم کربلا پر علامتِ ایمان ہے **قاضی عیاض کتاب شفاء** فصل علامات محبت پیغمبر صلعم میں لکھتے ہیں ومنہا محبتہ لمن احب النبی صلعم من آل بیتہ واصحابہ من المہاجرین والانصار و عداوۃ من ابغضہم و سبہم یعنی پیغمبر صلعم کی محبت کی علامتوں سے یہ بھی ہے کہ حضرت اپنے اہل بیت و اصحاب میں جنسے محبت رکھتے تھے انسے محبت رکھنی چاہیئے اور اُنکے دشمنوں سے دشمنی رکھنی چاہیئے کیونکہ اگر کوئی شخص کسی کو دوست رکھیگا تو اُس کے دوست کو بھی دوست رکھیگا وقد قال (فی الحسن والحسین) من احبہما فقد احبّنی ومن احبّنی فقد احب اللّٰہ ومن ابغضہما فقد ابغضنی ومن ابغضنی فقد ابغض اللّٰہ انتہی ملخصًا یعنی جو شخص کہ حسنین کو دوست رکھے اسنے مجھے دوست رکھا اور جسنے مجھے دوست رکھا اُسنے خدا کو دوست رکھا جسنے انسے دشمنی رکھی اُسنے مجھسے دشمنی رکھی اور جسنے مجھسے دشمنی کی اُس نے خدا سے دشمنی کی۔

یہاں چند امر قابلِ لحاظ ہیں۔ **اول** یہ ظاہر ہے کہ دوست کے مصائب میں محزون و گریان ہونا محبت کے شرائط لازمہ سے ہے اگر کوئی کسی سے دلی محبت رکھتا ہوگا تو ناممکن ہے کہ اس کے مصائب میں اسکا دل دردناک نہو اگر کسی کے مصائب میں دوست کو حزن و غم نہو تو قطعًا یہ ثابت ہوگا کہ مصیبت زدہ سے یہ شخص محبت نہیں رکھتا یہ ایک فطری بات ہے جو محبت کیلئے ودیعت کیگئی ہے جسکے لئے ہر دوست مجبور ہے اس سے ثابت ہوا کہ حسین مظلوم کی مصیبت میں وہی شخص محزون و گریاں ہوگا جسکو سچی محبت انسے ہوگی **دوم** یہ امر بھی قابلِ لحاظ و غور ہے کہ جناب حسین مظلوم کی

شہادت واقع ہونے سے ۵۵-۵۶ برس پہلے آپ پر آنیوالی مصیبتوں کے فقط ذکر سے جناب ختمی رسالت فداہ روحی نے کئی مرتبہ گریہ فرمایا اور نہایت محزون و غمناک ہوئے تواریخ اسپر شاہد ہے اسی طرح امیرالمومنینؑ و جناب سیدۃ زہراؑ اور حضرت امام حسنؑ اور اکثر انبیاء سلف اس غم کو یاد کرکے روئے ملائکہ اور اجنہ کا نوحہ گری کرنا تواریخ وکتب حدیث سے ثابت ہے پس یہ فعل سنتِ رسولؐ ہونے کی حیثیت سے بھی ہر مسلمان پر خواہ وہ شیعہ ہو یا سنی لازم التمسک ہے۔**سوم** یہ ظاہر ہے کہ امام مظلوم کے غم میں جو خصوصیت ہے وہ کسی غم و مصیبت میں نہیں ہے۔ خدائیتعالےٰ کو یہ منظور ہے کہ اس غم کا ابقاء قیامت تک ہو اور اس عزاء میں سب مؤمنین ہمیشہ نالہ و ماتم کیا کریں کیونکہ آپکی شہادت پر جملہ مخلوق ارضی وسماوی عرشی و فرشی بری و بحری نے گریہ کیا آسمانوں سے مدت تک خون برستا رہا زمین سے خون جوش مارتا رہا جنوں نے مرثیے پڑھے ملائکہ نے ماتم کیا طائرانِ ہوا وحیشیان صحرا، حیتانِ بحار بلکہ جمادات تک اس غم سے متاثر ہوئے۔وہ **اصلی خاک** قبرِ حسینؑ بارہ سو برس بعد اسوقت تک بھی جہاں کہیں جس شخص کے پاس موجود ہے روز عاشورا خاص شہادت کیوقت خون ہوجاتی ہے جیسا کہ مبارک حویلی جناب حاجی نواب صاحب قزلباش میں پانچ چھ برس ہوئے یہ واقعہ خون ہوجانا خاک شفاء کا ہزاروں آدمیوں نے بچشم خود معائنہ کیا ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ مدعیان دوستی و مودۃ القربےٰ پیغمبر اسلام کے دل اس مصیبت و غم میں متاثر نہوں اس سے ثابت ہوا کہ یہ سب خدا کی بڑی نشانیاں اور امام مظلوم کے معجزات قاہرہ ہیں جو ہرگز بغیر حکم خدا کے نہیں ہوسکتے۔**چہارم** علاوہ ان مقتضیات عقلیہ کے جنکی پابندی ہر عقلمند پر لازم ہے حجج شرعیہ بھی اس گریہ و بکاء و حزن و غم مصیبت امام مظلوم کے متعلق باتفاق فریقین وارد ہیں ان حدیثوں میں گریہ و بکاء کی بہت تاکید کیگئی ہے اور فضائل و ثواب گریہ کثرت سے بیان کیا گیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ بکا علی الحسینؑ عبادت اور سنت پیغمبر ہے اور باکی حسینؑ کیلئے جنت واجب کیگئی ہے پس تارک اس سنت کا جماعت سنت کہلانے کا کسی طرح حق دار نہیں ہوسکتا۔**پنجم** جبکہ یہ ثابت ہے کہ امام مظلوم کا یہ سفر کربلا محض دینِ حق اور خدائی شریعت و نبوی اسلام کی اشاعت اور قرآنی تعلیم کیلئے تھا کوئی اور غرض اسمیں شامل نہ تھی نہ دُنیا طلبی مقصود تھی نہ تخت سلطنت پر جلوس کا خیال تھا نہ حکمرانی کا حرص دامنگیر تھا تو فوراً یہ خیال

پیدا ہوتا ہے کہ افسوس ظالموں نے اُس دینِ برحق کی قدر نہ کی بلکہ اسکے پاک ارادوں میں حائل
ہوگئے اور بڑا ظلم ہے ان پاک ارادوں کو روکا۔ رونا اور نوحہ وزاری کرنا اسلئے ہوگا کہ خدا تعالےٰ
کا وہ محبوب دین جس کے لئے اسنے اپنے رسول کو بھیجا اپنی محکم کتاب نازل کی اُسکے لئے اوصیاء اور
خزانہ دارانِ علوم مقرر فرمائے اپنی پوری روشنی دینے اور عالم کو منور کرنے سے رہگیا اور اُسمیں
رخنہ اندازی کیگئی **پس** بالضرور ہمارا افسوس کرنا اس عدم تکمیل پر اور رونا پیٹنا خدا تعالےٰ
کو پسند ہوگا دین اسلام خدا کا محبوب دین ہے اس کے بامراد ہونے پر ہم خوشی کریں اور اسکی
نامرادی پر روئیں یا افسوس کریں تو یقیناً یہ بات اسکو پسند آئیگی اور ہمیں اپنی نعمتوں کا
مستحق کریگا **کوئی** ایسا مسلمان نہیں ہے جو اسمیں شک کرے کہ امام مظلوم خدا و رسول کے
محبوب تھے پس اگر ایسے مقدس مظلوم کے مصائب کو یاد کرکے اور انکو دین حق کی تبلیغ کرنیکی
جرم میں شہید کردینے پر اگر روئیں اور اُسکے قاتلوں پر لعنت کریں تو ضرور پروردگار ہمارے
اس فعل کو پسند کریگا اور مستحق بہشت کا بنائیگا **حدیث** من بکی علی الحسین وجبت له الجنة
کے بس یہی معنے ہیں جس میں کسیکو انکار کی گنجائش نہیں ہوسکتی **ششم** کون انکار کرسکتا ہے کہ
امام مظلوم علیہ السلام نے اپنا تمام مال و جان اور آبرو سب خدا پر فدا کردیا سر تک راہِ خدا میں دیدیا
کوئی چیز اپنے ملک میں ایسی باقی نہ رکھی جسے اُسپر قربان نہ کردیا ہو شش ماہہ بچہ تک دیدیا اس
طفلِ شیرخوار کے باب میں وہ کام کیا کہ زمانے کے فلاسفہ کے عقول کو متحیر کردیا لیکن دین حق کی
حفاظت کی اسکے ان غیر معمولی مصائب کا تذکرہ کرکے دوسروں کو بھی اسکی یاد دلانا انہماک حق
کی تعلیم نہیں تو کیا ہے جس سے بہت بڑا فائدہ یہ حاصل ہوتا ہے کہ اسلام کی وقعت و حقیت غیر
قوموں کے دلوں پر بھی نقش ہوکر مشرف باسلام ہوجاتے ہیں کیونکہ اسقدر مصائب و آلام
شدیدہ میں اس مظلوم کا نہایت راسخ العزم اور مستقل رہنا اور دنیا کی کسی چیز یا کسی طاقت کا
حق کے مقابلہ میں پرواہ نکرنا تعلیم حق و اشاعت اسلام اور اعلان حقیت دین کے لئے اعلےٰ ذریعہ
نہیں تو کیا ہے اسی بنا پر بھی مجالسِ عزاء مظلوم اور بیان مصائب کرنا جس سے دین طلبی کی رغبت
پیدا ہو نہ صرف جائز ہی ہوگا۔ بلکہ ان مصالح کی بنا پر تو اُسکے لازمی ہونے میں بھی شک
تک باقی نہ رہیگا **ہفتم** حسینؑ مظلوم کا وجود جسطرح باطنی تفسیر قرآن تھی آپکی شہادت بھی اسیطرح

ظاہری تفسیر قرآن ہے کیونکہ حسینؑ نے عملی طور پر اپنی شہادت سے تفسیر قرآن کو ثابت کرکے دنیا کو دکھا دیا ہے وہ حکم نماز عین وقت شہادت میں بجالائے جبکہ انکا بدن تیروں سے غربال کیطرح ہو چکا تھا وہ حکم روزہ تین دن رات کی بھوک و پیاس سے عملی جامہ پہنایا گیا وہ حکم زکوٰۃ جسکو نہ صرف مال بلکہ جان تک دیدینے سے تعمیل کیا گیا وہ ارکان حج جنکی سعی میں تقصیر تک تا آخرین نفس اسنے ظہور پذیر نہ ہونے پائی۔ وہ احکام عبادت و اطاعت اور سخاوت و شجاعت وغیرہ وغیرہ میں عملی طور پر امتحان کئے گئے۔ مروت و اتقاء و حلم و صبر تو انکی ذات مقدس کے لئے ہی خاص تھا جسکی وجہ سے انکے دیندار۔ خداپرست۔ فروتن۔ صابر۔ متقی ہونے کا دشمن تک اقرار کرنے لگے یہانتک کہ بعد سر جدا ہونیکے بھی قرآن سے علیحدگی کو گوارہ نفرمایا۔ کبھی تنور میں کبھی قصر کی دیوار پر اور کبھی نیزہ کی نوک پر بھی وہ قرآن ہی کی تفسیر میں مشغول ہے اس سے بڑھکر عملی تفسیر اور کیا ہو سکتی تھی جسکا بیان کیا جانا مجالس میں دینی ہیجان پیدا کرانے کا یقیناً بہترین ذریعہ ہے جس سے احکام قرآن کی وقعت و حقیقت روشن ہوتی ہے اور تعلیم و تعمیل فرائض الہیہ کا وسیلہ بن جاتا ہے **ہشتم** امام مظلوم کے مصائب کا تذکرہ کرنا اور دوسروں کو اُسکی یاد دلانا ایک قسم کی اسلامی خدمت ہے یعنی اس بات کو واضح کرنا ہے کہ جس مظلوم غریب کی بابت پیغمبر صلعم فرمایا کرتے تھے احبّ اللہ من احبّ حسیناً اسکو ایک بے دین شارب الخمور و راکب الفجور شخص نے صرف دُنیاوی طمع اور عداوتوں سے نہایت ہی سفاکانہ اور وحشیانہ طور پر ایک میدان بے آب و گیاہ میں محاصرہ کرکے بیحد ظلموں کیساتھ نہایت ہی حسرتناک طریقہ سے شہید کر ڈالا اور پیغمبر کا دل دُکھایا جس سے اس امر کا اعلان مقصود ہے کہ یزید جس راہ پر چلا وہ صراط ضلالت ہے اور حسینؑ جس راہ پر چلے وہی صراط مستقیم ہے اور وہی سچا اسلام ہے جسکی نسبت ارشاد ہے اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم پس جملہ اہل اسلام کی روزانہ پانچ مرتبہ اس دُعا کرنے پر حسین علیہ السلام نے اپنی جان و مال اور اولاد و اطفال تک راہ خدا میں دیکر قیامت تک آنیوالی نسلوں کیلئے جو صراط مستقیم دکھا دی ہے لازماً مجالس قائم کرکے مسلمانوں کیلئے وہ بیان کیا جانا چاہیئے کہ اسلام نے نہایت ہی عظیم الشان فدیہ دیکر بہشت کا یہ سیدھا اور صاف راستہ بتادیا ہے تاکہ صراط

مستقیم کی ہدایت کے طالب اپنے مطلوب تک بآسانی پہنچ سکیں غور و تدبر سے ہر فہم مستقیم اور عقل سلیم یہ تسلیم کئے بغیر نہیں رہسکتی کہ اگر کسی کے کہے پر یہ سب اذکار ترک کر دئے جائیں تو بہت جلد رفتہ رفتہ خدا کا سچا دین رسول صلعم فداہ روحی کی سچی شریعت قرآن کی سچی تعلیم لوگوں کے دلوں سے محو ہوجائے اور صراط مستقیم کی بجائے صراط جحیم پر سب کے سب چلنے لگیں اور یہ خسران دُنیا اور حرمانِ نعیم کا سبب ہوجائے پس اس بناء پر اقامۂ مجالس عزاء اور انمیں فلسفہ شہادت مظلوم کو سبق آموزی کی غرض سے بیان کرنا مناسب ہے لازماً جس کا نتیجہ ہے کہ خلق اللہ کی ہدایت احکام الٰہیہ کی اشاعت قرآن کی حقیقت اور بانئے اسلام کی صداقت کا اعلان نہایت آسانی سے ہو سکیگا جس میں یقیناً ہم ماجور و مثاب ہونگے۔

ثواب البکاء علی الحسین علیہ السلام کتب فریقین میں مفصل وارد ہے مگر میں اس جگہ صرف چند حدیثوں کے بیان پر اکتفاء کرونگا **وسیلۃ النجات** میں مولوی مبین صاحب جو ثقات علماء اہل سنت سے ہیں فرماتے ہیں وفی مسند احمد حنبل من دمعت عیناہ بقتل الحسین دمعۃ وقطرت قطرۃ بواہ اللہ الجنۃ یعنی جو شخص کہ حسین مظلوم کی شہادت پر روئے خدا تعالٰے اسکو بہشت میں جگہ دیگا ۔کتاب **مودۃ القربےٰ** میں سید علی ہمدانی سُنی نے امیر المومنین علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ جناب ختمی رسالتؐ فداہ روحی نے فرمایا۔

اذا کان یوم القیامۃ نادی منادیا من بطنان العرش یا اہل القیامۃ اغمضوا ابصارکم لتجوز فاطمۃ بنت محمد مع قمیص مخضوب بدم الحسینؑ فتحتوی علیٰ ساق العرش فیقول انت الجبار العدل اقض بینی و بین من قتل ولدی فیقضی اللہ لبنتی و رب الکعبۃ ثم تقول اللّٰہم اشفعنی فیمن بکی علیٰ مصیبتہ فتشفعہا اللہ فیہم

یعنی جب قیامت بپا ہوگی تو جانب عرش خدا سے ایک منادی ندا کریگا کہ اے اہل محشر اپنی آنکھونکو بند کرو تاکہ فاطمہ بنت محمد صلعم اس میدان سے گذر جائے اسوقت صدیقہ کبرے فاطمہ زہراؑ کے ہمراہ مظلوم کربلا کا وہ پیراہن ہوگا جو خون حسینؑ سے رنگین تھا پھر صدیقہ ساق عرش کے پاس آنکر کہینگی خدایا تو جبار عادل ہے میرے اور میرے فرزند کے قاتل کے بارے میں حکم کر خدا کی قسم پروردگار میری بیٹی فاطمہؑ کی مرضی کے موافق حکم کریگا پھر فاطمہؑ عرض کرینگی اے پروردگار میرے فرزند کی مصیبت میں جو لوگ گریہ و زاری کریں انکے لئے میری شفاعت

قبول فرما پس وہ فاطمہؑ کی شفاعت باکین حسینؑ کے بارے میں ضرور قبول فرمائیگا امام جعفر صادقؑ
علیہ السلام نے فرمایا من ذکرنا او ذکرنا عندہ فخرج من عینیہ دمع مثل جناح بعوضۃ غفر اللہ لہ ذنوبہ
ولو کانت مثل زبد البحر یعنی جو کوئی ہمارا ذکر کرے یا اسکے سامنے ہمارا ذکر آوے اور اُسکی آنکھ سے
بقدر پر پشہ آنسو نکلے تو خدا تعالےٰ اُسکے گناہوں کو معاف فرمائیگا اگرچہ کفِ دریا کے مقدار میں
ہوں علی بن الحسین بیمارِ کربلا علیہ السلام نے فرمایا ہے ایما مومن دمعت عیناہ
لقتل الحسین بن علی دمعۃ حتی تسیل علی خدیہ بوأہ اللہ بہا فی الجنۃ غرفاً
یسکنہا احقاباً یعنی جس مومن کی آنکھوں سے شہادت حسین بن علی کا حال سُنکر آنسو جاری
ہو اور اس کے رخساروں تک بہ کے آئے تو پروردگار اسکو غرفہائے بہشت میں ہمیشہ کے لئے
ساکن کریگا ۔ امام احمد حنبل کی مسند جلد اول صفحہ ۲۴۲ مطبوعہ مصر میں منقول ہے عن ابن
عباس قال رایت النبی فی ما یری النائم بنصف النہار وھو قائم اشعث اغبر بیدہ
قارورۃ فیہا دم فقلت بابی انت و امی یا رسول اللہ ما ھذا قال دم الحسین
واصحابہ لم ازل التقطہ منذ الیوم یعنی ابن عباس نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ
صلعم کو دیکھا غبار آلودہ آپکے ہاتھ میں ایک شیشہ تھا جس میں خون تھا میں نے کہا میرے ماں باپ
آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہ یہ کیا ہے فرمایا حسینؑ اور اُسکے اصحاب کا خون ہے جسے میں آج صبح سے
جمع کر رہا تھا مشکوٰۃ صفحہ ۵۰۲ میں ہے پیغمبر صلعم نے فرمایا اتانی جبرئیل فاخبرنی ان امتی
تقتل ابنی ھذا فقلت ھذا قال نعم واتانی بتربۃ حمراء یعنی جبرئیل آئے اور کہا کہ میری امت
میرے اس فرزند کو قتل کریگی میں نے کہا کیا اسے فرمایا ہاں اور مجھے لال مٹی کربلا کی دی ۔ اسی لیث
کے اوپر والے فقرے میں ہے ثم حانت منی التفاتۃ فاذا عینا رسول اللہ تھریقان الدموع
یعنی اب جو میں نے دیکھا تو پیغمبر صلعم کی آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں ۔ پس ثابت ہوا کہ بکا بر حسینؑ
سنت اور فعل رسول ہے تمام مسلمانوں کو اسمیں اسوۂ حسنہ پیغمبر کی تاسی کرنا چاہیئے ۔

ذکر مصائب امام مظلوم ہتکِ حرمت نہیں ہے ۔

کیونکہ کسی مظلوم کی مظلومیت کو بیان کرنا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بچہ ہو یا بوڑھا جبکہ
وہ اطاعتِ خدا میں ظلم رسیدہ ہو یقیناً اس کی عزت وعظمت کو اس کی حقانیت و روحانیت
کو دوبالا کرتا ہے اسکو ہتک عزت سے تعبیر کرنا غلط اور خلافِ واقع ہے دیکھو جناب مریم مادر
عیسیٰ کو تہمتِ زنا لگایا جانا قرآن مجید میں تفصیل سے مذکور ہے فاتخذت من دونہم حجاباً

فارسلنا الیھا روحنا فتمثل لھا بشرا سویا- قال انی اعوذ بالرحمٰن منک ان کنت تقیا ۱۶ ع ۵ یعنی پس لوگوں کیطرف سے پردہ کرلیا تو ہم نے اپنے روح یعنی جبریل کو انکی طرف بھیجا تو وہ آدمی کی شکل بنکر انکے روبرو آ کھڑے ہوئے مریمؑ نے اس سے کہا کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو خدا کیواسطے میرے سامنے سے ہٹ جاؤ پھر اسی رکوع و پارہ میں ذکر ہے کہ جبریل نے کہا میں تمہارے پروردگار کا رسول ہوں اور آیا ہوں کہ تم کو ایک پاک طینت لڑکا دوں مریم نے کہا میرے ہاں کیسے لڑکا ہو سکتا ہے حالانکہ مجکو کسی مرد نے نہیں چھوا اور نہ میں بدکار رہی پھر اسی رکوع میں فرمایا ہے کہ پھر مریم لڑکے کو گود میں لئے اپنی قوم کے پاس آئیں وہ کہنے لگے مریم یہ تو نے بہت ہی نالایق کام کیا اے ہارون کی بہن نہ تو تیرا باپ ہی بُرا آدمی تھا اور نہ تمہاری ماں ہی بدکار تھی خلاف خاندان تو یہ کیا حرکت کر بیٹھی ہے انتہی بقدر الحاجۃ سُنا آپنے اس صدیقہ کے ایسے واقعات کا قرآن میں مذکور ہونا آپکے نزدیک ہتک عزت مریم ہے یا نہیں پس اگر اصلی واقعات کا اظہار ہتک عزت ہوتا تو خدا تعالےٰ کبھی ذکر تک نہ فرماتا کافروں نے اُنپر جھوٹے اتہام لگائے اور انسے صدیقہ کی برائت تمام دُنیا پر ظاہر کیگئی پس معلوم ہوا کہ کسی واقعہ کی اصلیت کا بیان کرنا خواہ وہ کتنا ہی شرم کا واقعہ کیوں نہو اُسکو ہتک عزت اور ذلت نہیں کہا جا سکتا- بلکہ یہ اثبات حقیت واعزاز ہے ورنہ خدا تعالےٰ کبھی اپنے انبیاء کے ان حالات کو قرآن میں نہ بیان فرماتا جنپر کفار کے ہاتھوں سے ظلم واقع ہوئے اور بلا وجہ قتل کئے گئے- ان واقعات کے بیان سے مقصود انکی اظہار حقیت و عظمت و عزت ہوتی ہے اور خاصکر جن لوگوں کے قلوب سے کہ نجات اُخروی کی فکر کا نور زائل ہوگیا ہوا ور چند روزہ ناپائدار اور فانی کی حرص دامنگیر ہوگئی ہو جسکے حصول میں حلال سے حرام کی تمیز کا دامن ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہو اس سب کی اصلاح اور جملہ امور میں ہدایت اور رہنمائی کرنے کیلئے دین کے اذکار طیبہ میں اعلےٰ ترین ترغیب و تحریص اور نصیحت ہے جس سے ظاہر ہے کہ پبلک کو بہت بڑا اخلاقی سبق حاصل ہوتا ہے کہ اطاعت خدا اور تحفظ دین حق میں انکی طرح راسخ العزم اور مستقل ہونا ہر مسلمان پر واجب ہے اور یہ کہ حق اور دین کے مقابلہ میں کسی چیز یا کسی طاقت کی بھی پرواہ انکی طرح نکرنا چاہئے- مال جائے آبرو جائے جان اور سارا جہان جائے مگر حق اور دین اسلام کی پاسداری ہاتھ سے کسیطرح نہ جانے پائے- شعر سر داد نداد دست در دست یزید- حقا کہ بناء لا الہ ہست حسینؑ +

تعزیہ بنانا بُت پرستی نہیں ہے:-

جو حضرات کہ تعزیہ کو بُت سمجھتے ہیں یہ انکی صریح غلطی ہے اسلئے کہ تعزیہ ایک غیر ذی روح کی

تصویر ہے جب اصل قبروں کا بنانا جائز ہے تو انکی نقل بنانا بھی قطعاً جائز ہونا چاہیئے لیکن ذی روح کو چونکہ انسان نہیں بنا سکتا اسکی نقل کا بنانا بھی انسان کے لئے جائز نہیں کہا گیا۔ تعزیہ تو ذی روح کی تصویر ہے اور نہ بغرض پرستش بنایا جاتا ہے نہ اسکی عبادت کیجاتی ہے باوجود اسکے تعزیہ پر اعتراض کیا جاتا ہے لیکن عایشہ کی گڑیوں والی روائت پر کوئی اعتراض نہیں کرتا مشکوۃ میں منقول ہے ان جبریل جاء بصورۃ فی خرقۃ حریر خضراء الی رسول اللہ فقال ہذہ زوجتک فی الدنیا والاخرۃ یعنی جبریل عایشہ کی تصویر ایک سبز ابریشم میں لپیٹ کر پیغمبر صلعم کے پاس لائے اور کہا کہ یہ آپکی بی بی ہے دُنیا و آخرت میں اللہ اکبر آپکے نزدیک جبکہ یہ ذی روح کی تصویر بت پرستی نہیں ہے تو پھر تعزیہ مزار یا مشہد یا ضریح امام مظلوم کی نقل ہے جو غیر ذی رُوح چیز ہے وہ کیونکر بُت پرستی ہوئی یہی نہ کہ ایک مظلوم غریب بیکس فرزند رسولؐ کی یادگار ہے بارہ سو برس کے بعد بھی یہ لوگ نہیں چاہتے کہ اُن برگزیدگان خدا کی یادگار تک بھی قائم رہے افسوس ہے کہ تدبر نہیں کیا جاتا کہ حجرالاسود کو بوسہ دیا جانا عبادت سمجھا جائے اسکے گرد طواف کیا جائے اس مکان کی طرف سر جھکایا جائے تاکہ حکم خدا کی اطاعت ہو اور ایک سچے رسول کی یادگار سمجھکر اسکی تعظیم ہو با اینہمہ وہ سجدہ تعبیدی نہیں سمجھا جاتا بلکہ سجدہ تو خدا کا ہے مگر اسکی محاذات میں ادا کیا جاتا ہے، مگر اس مظلوم کا تعزیہ جو معبود نہیں رسول نہیں امام نہیں سمجھا جاتا بلکہ مذہبی پیشوا کی یادگار کا نمونہ جانکر اسکی تعظیم کیجاتی ہے اسکو بت پرستی سے تعبیر کرنا اس مظلوم پر ایک نیا ظلم نہیں تو کیا ہے سچ ہے کسی شاعر نے صداقت سے کہا ہے ؎ یک حسینے نیست تا گردد شہید + ورنہ بسیار اند در عالم یزید +

ذوالجناح و علم کا بنانا تو کسی طرح بھی خلاف اسلام اور محل اعتراض نہونا چاہیئے کیونکہ یہ نہ بُت ہے، نہ تصویر جسکو ناجائز کہا جاسکے اسلئے کہ ذوالجناح تو سچ مچ کا گھوڑا ہوتا ہے اور علم بیرق اسلام ہے جو مصیبت کیوجہ سے سیاہ پوش کر دیا جاتا ہے مولوی مبین صاحب نے جو مشاہیر علماء اہل سنت سے ہیں **وسیلۃ النجات** میں حضرت عمر سے روایت کی ہے کہ پیغمبر صلعم نے حسینؑ کو اپنی پشت مبارک پر سوار کیا اور ایک ڈوری اپنے مُنہ میں لی اسکا سرا حسینؑ کے ہاتھ میں دیدیا آنجناب صلعم گھٹنوں کے بل چل رہے ہیں یہ دیکھکر مینے کہا نعم الجمل جملک یا ابا عبداللہ یعنی اے حسینؑ آپکا اونٹ بہت اچھا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا نعم الراکب ہو یا عمر یعنی اے عمر وہ سوار بھی بہت اچھے ہیں بعض روایات میں ہے کہ اسکے بعد حسینؑ نے کہا ناناجان اونٹ آواز کرتا ہے یہ سنکر آنحضرت نے حسینؑ کیخاطر سے دو مرتبہ فرمایا عَف عَف فوراً جبریل آئے اور کہا کہ تیسری مرتبہ آپ عَف فرمائینگے تو آتش جہنم خاموش ہو جائیگی انتہی کلامہ **سُنا** آپنے حضور ختمی رسالت فداہ روحی اشرف موجودات ہوکر اونٹ کی نقل بنے جسکو کسی طرح آپ

فعل ناجائز پر نہیں عمل کرسکتے بلکہ سید المرسلین کا حسین علیہ السلام کیساتھ یہ فعل باتفاق فریقین فضیلت حسینؑ شمار کیا گیا تو سچ مچ کے گھوڑے کو اگر حسینؑ کا گھوڑا بغرضِ اسباب گریہ کہا جاوے تو اس میں کیا مضائقہ ہے کیونکہ غرض و غایت اسکے بنانیکی یہی ہے کہ لوگ اسکو دیکھکر موازنہ کرسکینگے کہ جب گھوڑے کی حالت روزِ عاشورا یہ تھی کہ تمام جسم مثلِ غربال اور خون میں غلطان تھا تو مظلوم کربلاء کے جسم اطہر کی کیا حالت ہوئی ہوگی جبکہ چاروں طرف سے تیروں کا باران ہورہا تھا پس باوجود اس کے بت پرستی سے اسکو تعبیر کرنا ہٹ تعصب اور دشمنی مظلوم کربلا نہیں تو کیا ہے ورنہ ایک مسلمان جس کا دل سچے جذبات اسلامیہ کا حامل ہوگا اس فرد عظیم الشان قربانی کی یادگار قائم رکھنے میں ہر وسیلے کو نہ صرف ذریعۂ اشاعت ہی تصور کریگا بلکہ اس کے اقامہ میں بھی ہر جائز کوشش کرنیسے دریغ نہیں کریگا اسلئے کہ ہر قوم اپنے قومی شہیدوں کی یادگار قائم رکھنے میں مختلف وسائل مختلف ذرائع سے کام لیتی ہے اور انکے کارنامے قومی جوش پیدا کرنے کے لئے بیان کرتی ہے کیونکہ قومی احساس پیدا کرانے کے واسطے اسکے بیان میں ایک خاص اثر ودیعت ہوتا ہے لیکن **افسوس** ہے ان نامسلمانوں پر جو کہ ایسے شہید اعظم اسلام کی جسکی نظیر صدر آفرینش سے اسوقت تک کوئی تاریخ نہیں دیسکتی بجائے یادگار قائم کرنے کے اصل واقعہ شہادت کے اساس و بنیاد کو بھی منہدم و معدوم کرنیمیں اپنی ساری طاقتوں اور کوششوں میں سال بھر لگے رہتے ہیں اور وہ ایکطرح حق بجانب بھی ہیں اسلئے کہ یہاں تو سرے سے عمارت ہی کج رکھی گئی تھی جو کہ ؎ "تا ثریا میرود دیوار کج" کا مصداق ٹھہر چکی ہے۔

کفار تو کثرت سے اس مظلوم کے واقعات شہادت سے یدخلون فی دین اللہ افواجا کا مصداق ہوگئے اور خود مسلمانان کلمہ گو نے اپنے سرور و سردار ورسول کے رسالت کی کھیتی کو نہایت بیباکانہ و بیرحمانہ اپنے وحشیانہ قدموں سے برباد کردیا اور رسالت کے تمام حقوق کو ایسے سفاکانہ طور پر اپنے خونی ناخونوں سے نوچ ڈالا کہ اگر خدا کو منظور نہوتا تو اسوقت ایک متنفس بھی اسلام کا نام لیوا روئے زمین پر نہ دکھائی دیتا پس ایسے اسلاف کے اخلاف کو اپنے اس قومی شہید اعظم کے اساس شہادت کے انہدام کی کوشش کرنا انکے فرائض لازمہ میں داخل ہے انکو اس سے بددل نہونا چاہیئے آج فضلِ خدا سے کروڑوں نفوس طیبہ مسلمانوں میں لی جوش و ہمدردی اپنے اس قومی مظلوم شہید اسلام سے رکھنے والے موجود ہیں اور انکا دل گواہی دے رہا ہے کہ حسینؑ مجدد ثانی تھے حسین اپنی فنائے جسمانی کے بعد ایک روشن اور بلند مینار بنگئے جسکا شعاع صالح صفات انسانی کی پرورش کرتا ہے۔

کیسے کوئی سچا مسلمان اس انقلاب عظیم پیدا کرنیوالی واقعہ کو کم ور توجہ کی گذرتی ہوئی نگاہ سے دیکھ سکتا ہے بلکہ یہ یقین ہے کہ اگر کسیقدر زندہ ادراک سے کام لیا جائے تو واقعہ کی کل عقلی اور فطری تاریخ اور اسکا ہر پہلو کیسی ہی بیقرار گذرتی

ہوئی توجہ کو گاڑدیگا اور حیرت اسوقت تمک اُسے آگے نہ بڑھنے دیگی جبتک شخص میں پسندیدگی کا فطری تغیر نہ پیدا ہو لے ایسی صورت میں کسی ظالم کی مخالفت مظلوم کربلا سے خواہ وہ اسکی یادگار تعزیہ داری کیے کیسے ہی کسی رکن میں کیوں نہ ہو کسی **امرتسری** کے محرم میں اشتہار فروشی سے زیادہ نافع نہیں ہوسکتی لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اب وہ زمانہ نہیں ہے بلکہ ایسا کہنا کہنے اور سننے والے دونوں کیلئے مُضر ہے اسلیئے کہ اس سے وہ اکیلی امید کہ ہم نبی کے نواسہ کی ہمدردی پر متفق ہوکر اپنی گذشتہ نااتفاقیوں کے کارناموں کو بھلا دینگے کمزور ہوتی ہے۔ **ورنہ** جو لوگ کہ ذکر حسینؑ کی مخالفت کو ایک رسمی ورثہ سمجھے ہوئے ہیں میں اُنکے جواب میں یہ کہنے سے ہرگز باز نہیں رہسکتا کہ اگر صدیوں کے تجربے نے بھی یہ اُنکے ذہن نشین نہ کیا ہو کہ حسینؑ کے ساتھ جوش عداوت پر اُنکے ساتھ جوش محبت و ہمدردی ہمیشہ غالب رہا تو وہ پھر دیکھینگے کہ کسطرح باوجود تمام نئی تراش و خراش کی مخالفتوں کے ذکر حسین علیہ السلام اُس **جہاز** کیطرح جو سخت طوفان کے بعد نسبتاً کم روز تلاطم میں خوشنمائی سے پانی چیرتا ہوا سینہ تانے طاؤس کیطرح بڑھتا چلا جاتا ہے۔ روز افزوں ترقی پر ہے۔

اصلاح مراسم تعزیہ داری۔ بے شک جہال عوام الناس کی بے اعتدالیوں کیوجہ سے عوام میں ممکن ہے، کہ کچھ رسوم قبیحہ کو بھی شامل تعزیہ داری سمجھ لیا گیا ہو لاریب کہ ہر نامشروع فعل خواہ وہ نماز میں ہو یا روزہ میں۔ مواقع میلاد میں ہو یا شہادت میں ضرور ناجائز ہے میں یہ نہیں کہتا کہ ممنوع نہیں معصیت نہیں اور قابل اصلاح نہیں ضرور اصلاح طلب ہے بلکہ اسکی اصلاح کی فکر سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہنا چاہیئے مگر یہ سمجھ لینا ضرور اور مناسب ہے کہ کسی امر کی اصلاح میں جلدی کرنا اس سے زیادہ مضر ہے کہ تباہی اپنی حالت پر چھوڑ دیجائے۔ تباہی اپنی معمولی روش سے شاید اُس قدر جلد اپنی خوفناک حد تک نہ پہنچیگی جسقدر اصلاح کی فوری کوشش رسومات پیشین سے چھڑا کر ایک بے معنی انقلاب پیدا کریگی اور اس لئے کچھ زمانہ تک تباہی کو گرم رفتار کر دیگی۔ سوچی ہوئی تدریجی اصلاح جس سے لوگ مصلح کے خیالات کے خوگر ہوتے جائیں غالباً مفید ہو۔ کرنا سوچنے سے کہیں زیادہ مشکل ہے۔ بلکہ نظام مذہبی کی موجودہ عملی عدم ترتیب اور مفلسانہ بے انتظامی میں مسلمانوں کے کسی رسوم مذہبی کے پیچھے پڑنا عقل کے خلاف ہوگا جبتک اصلاح شدہ رسم کا نمونہ پیش نہ کیا جائے یا قائم مقام طرز عمل کی آسانیاں مہیا نہ کردیجائیں **شہادت** کے مسئلہ کو خاکسار نے بڑے بسط و شرح سے جلد نمبر ۳ تفسیر جامع العلوم **لوامع التنزیل** میں بدلائل و براہین لکھدیا ہے اور مرزا حیرت صاحب دہلوی کے اعتراضات کا بھی ہاں جواب دیدیا ہے اور اسکی لغزشوں پر اسکو متنبہ بھی کردیا گیا ہے افسوس ہے کہ باوجود اختصار کا وعدہ کرنیکے میرا اس بیان میں ایک گونہ طول ہوگیا ہے **جناب** مولوی صاحب کے بعد بہرحال مجکو آپکا صمیم قلب سے

شکریہ ادا کرتا ہے کہ آپنے اور آپکی جماعت نے میری اس تقریر کو ایسے صبر و تحمل و استقلال سے سماعت فرمایا اللہ تعالےٰ آپکو خوش رکھے اور ہماری مدد کرے - اب میں آپکو یہ کہنے سے ہرگز باز نہیں رہسکتا کہ مولوی صاحب جو نعمتیں خدا نے محسنانِ نسل آدم کے ہاتھوں ہم تک پہنچائی ہیں انسے اب ہم اور آپ ملکر استفادہ حاصل کریں اور حیاتِ ابدی اور نجات سرمدی کی حبل المتین کو بمفاد انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی الخ مضبوط ہاتھوں سے پکڑے رہیں کیونکہ اسی پر صلاحِ دُنیا اور فلاح آخرت منحصر ہے پس ہمیں آئندہ آپکا شغف اور محویت اور انہماک رہنا چاہئے - بس اب میں اپنی اس تقریر کو ختم کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ اسکو ببرکتِ حسین علیہ السلام قوم کیلئے مؤثر ثابت کرے اور جملہ برادران اسلام اسکو پسند فرمائیں اور اس حسینی یادگار (تعزیہ داری) کے عروج و ترقی کا باعث ثابت ہو - ناظرین سے بھی امید کیجاتی ہے کہ وہ اس میری تقریر کے ملاحظہ سے اگر محظوظ ہونگے تو خاکسار کو صرف دُعاے خیر سے یاد فرمانے میں بخل نہیں کرینگے **هذا** ما جرى كالماء السلسال فى توزع البال و تكثر البلبال وضيق المجال و قد كنت مع هذا الحال بحمد الله المتعال فى كل يوم كراساً على الارتجال فهذا آخر ما اردت ايراده فى هذا المقام بتلخيص المرام بعون الملك العلام وصون المالك المنعام فهو ولى التوفيق والانعام الموصوف بجلايل المحامد وشرائف المدايح المنعم على خلقه برغائب المواهب وكرائم المنايح فلله الحمد حمداً لا غاية لمدده ولا نهاية لعدده وههنا انقطع الكلام شاكراً لله المنعام على توفيقه للاتمام فى شهر محرم الحرام ۱۳۳۵ھ لاهور

فى مبارك حويلى

علی الحایری
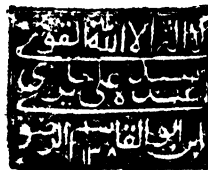
فہرست کتب موجودہ مطبوعہ مصنفہ اعلیحضرت حجۃ الاسلام آیت اللہ فی الانام مجتہد العصر والزمان ابوتراب السید علی الحائری لاہوری

غایت المقصود:۔ جلد اول در تحقیق احوال ولادت و وجود و غیابت و ظہور امام مہدی موعود و رد مہدویت قادیانی مدعی مہدویت ببراہین عقلیہ و نقلیہ قیمت .. .. .. (عہ/)

غایت المقصود:۔ جلد ثانی در کیفیت احوال عروج و نزول عیسیٰ از آسمان و حال دجال و خروج یاجوج و ماجوج و رد جملہ اعتراضات مخالفین ببراہین قاہرہ قیمت .. .. .. (عہ/)

غایت المقصود:۔ جلد ثالث بیان مشابہت امام مہدی با انبیاء سلف در غیابت و ظہور و تشریح القاب آنجناب و بقیہ حالات آنحضرت و رد دعاوی مدعی مہدویت قیمت .. .. (عہ/)

غایت المقصود:۔ جلد رابع اثبات امامت و مہدویت از قرآن و انجیل و تورات و زبور و کتب ہنود و بیان تمامی اعتقادات مدعی مہدویت و ابطال ہمہ آنہا ببراہین عقلیہ و دلائل نقلیہ قیمت .. .. .. (عہ/)

منہج السلامہ:۔ در تحقیق اصول مذہب شیعہ ببراہین عقلیہ و دلائل نقلیہ بر نہج حکیمانہ و تبییل فلاسفہ و رد جملہ اعتراضات مخالفین کہ بر عقاید شیعہ دارد میکنند قیمت .. .. (ﷲ/)

رسالۃ الغدیریہ:۔ استدلال بر واقعہ غدیر و اثبات خلافت بلا فصل امیر المومنین و بعد آن بیعت و شکستن خود مدعی خلافت شدن ببراہین عقلیہ بحوالہ کتب اہل سنت قیمت .. (۶/)

احکام الشکوک:۔ بیان تشکیات نماز و تفصیل تمام از شروع مقدمات الی توابع نماز برای مومنین حفظ کردن این رسالہ لازم است قیمت (۲/)

میزان الاعمال:۔ در تحقیق معنی میزان یوم القیامت ببراہین عقلیہ و نقلیہ و رد اعتراضات مخالفین اسلام متعلق میزان قیامت قیمت (۲/)

تقریظات المشاہیر:۔ توثیق و تصدیق حجۃ الاسلام میرزا حسن شیرازی و محقق اردکانی و ابوالقاسم طباطبائی و شیخ زین العابدین و غیرہم متعلق جلد ۱-۲-۳ لوامع التنزیل انشاء عربی۔ قیمت .. .. .. (۶/)

تقریظات المشاہیر جلد ۲:۔ توثیق حجۃ الاسلام مرزا حبیب اللہ رشتی و شہرستانی و مشرابیانی

تنبیہ الغافلین در نصایح و مواعظ و فضائل علم و متعلم و معلم (۶/) **براہین الحجاب** قرآن و احادیث سے پردہ نسوان کا ثبوت و دیگر بعض احکام عورات (۱/)

وجج اسلام ایران و عراق متعلق جلد ۶-۸-۹ دوانع التنزیل انشاعری قیمت .. (۶ر)

تقریظات المشاہیر جلد ۳ :- توثیق و خطوط حجۃ الاسلام سید کاظم طباطبائی وملا کاظم خراسانی و شیخ عبد اللہ مازندرانی و شیخ الشریعہ اصفہانی وغیرہم متعلق جلد ۱۳ و ۱۴ و ۱۵ لوامع التنزیل عسری قیمت . (۶ر)

مناسک حج :- مناسک و احکام واجبات و مستحبات و مکروہات و محرمات حج و تمامی ادعیہ ماثورہ در مسائل آن قیمت .. .. (۳ر)

نماز شیعہ :- رسالہ در مسائل ضروریہ احکام شرعیہ فرعیہ نماز مع ترجمہ آن بطریق سہل برائے عوام مومنین .. .. .. (۱ر)

صورت الصلوٰۃ :- فرق در احکام نماز میان مردان و زنان و نماز مع ترجمہ آن قیمت .. .. .. (۰ر)

لمعۃ المعانی :- در بیان وجوہ عقلیہ و شرعیہ در سجدہ کردن بر خاک شفا تربت حسینی و استحباب و ثواب سجدہ بر آن قیمت .. .. (۲ر)

تحذیر المعاندین :- حالات تاریخیہ معاویہ از جنگ و لعن کردن بر علی مرتضیٰ و بیان حسب و نسب او از تواریخ و کتب و مسانید معتبرہ سنت و جماعت (۴ر)

مفید الصبیان :- کہ بغرض تعلیم نسوان و صبیان تمامی رؤس مسائل اصولیہ بدلائل عقلیہ و نقلیہ بر سبیل اختصار و تلخیص بعبادت آن نوشتہ شد قیمت .. .. (۱ر)

عشرہ کاملہ :- بجواب دہ مشکلترین اعتراضات سنیان مشتمل بر براہین عقلیہ و نقلیہ کہ از جواب الجواب عشرہ کاملہ تمامی جمہور اعلام سنیان سپر انداختہ شدند قیمت .. .. .. (۱ر)

حجاب النسوان :- اثبات پردہ داری نسوان از عقل و احادیث و قرآن و اجوبہ اعتراضات مخالفین حجاب نسوان قیمت (۲ر)

ہدایات حائری :- لہ رؤس مسائل شرعیہ اعتقادیہ را حجۃ الاسلام مفسر علام مدظلہ برائے تعلیم فرزندان خود سید رضی و سید زکی طول اللہ عمرہما تصنیف فرمودہ اند قیمت .. (۲ر)

فتاویٰ حائری :- جلد اول مسئلہ توحید و فدک و ایمان ابو طالب و نسب عبد القادر و احراق باب فاطمہ و احراق قرآن و حج و غسل میت و جنابت و تحقیق متعہ (۴ر)

فتاویٰ حائری :- جلد دوم مسئلہ لفظ جبر و جمع بین الصلوتین تحقیق معنے لعن قیمت (۴ر)

مضمون طاعون :- در حقیقت ماہیت طاعون و رد دعوی قادیانی مدعی مہدویت کہ طاعون را عذاب برائے منکرین و مکذبین خود قرار دادہ قیمت .. .. .. (۲ر)

المؤید :- بجواب سوال عالم نصارائے کہ بدلیل روح اللہ عیسٰی را از پیغمبر صلعم افضل قرار داده قیمت (۱ر)

اللوار :- بجواب سائلے کہ دلائل وجوہ دفن شدن اموات در خاک پاک کربلائے معلیٰ استفسار کرده (۱ر)

البرهان :- بجواب سائلے کہ بوقت غصب شدن خلافت چرا امیر المومنین جنگ و مقابلہ با غاصبین خلافت نکرد و چرا دعویٰ نکرد و معجزه نمود قیمت (۱ر)

الهدیٰ } بجواب سائلے کہ براهین و دلائل و وجوه سجده کردن اسلامیان مخصوصاً بسوئے کعبہ از حجۃ الاسلام نخلہ استفسار کرد قیمت .. (۱ر)

بیان الجهر } بجواب سوال جهر یا اخفاف خواندن نماز عربی قیمت .. .. .. (۱ر)

فہرست کتب موجود مصنفہ اعلیحضرت حجۃ الاسلام والمسلمین آیت اللہ فی العالمین مولینا الحاج السید ابوالقاسم الرضوی القمی اعلی اللہ مقامہ

ناصر العترة :- در فضائل و مناقب آئمہ طاہرین ماخوذ از صحاح ستہ سنیان مع توضیح احادیث بتفسیر قابل دید و داد است قیمت .. .. (۱۲ر)

کتاب البشریٰ مجلد اول شرح مودة القربیٰ ہمدانی در بیان شرح و فضائل اہلبیت طاہرین و رد اعتراضات مخالفین قیمت .. .. .. (۱۲ر)

کتاب البشریٰ مجلد دوم شرح تحقیق فضائل و خلافت آئمہ طاہرین و توضیح احوال امامت و مہدویت امام مہدی علیہ السلام قیمت .. .. (۱۲ر)

سیادة السادة :- در بیان حقیقت قواعد و ضوابط و شرائط علم انساب و ذکر انساب اولاد و ازواج پیغمبر و آئمہ طاہرین قیمت .. .. (۱۲ر)

نفی رویت اللہ :- براہین قاہره عقلیہ و دلائل باہره نقلیہ از قرآن و احادیث صحیحہ متواتره از کتب سنی و شیعہ بر ابطال رویت خدا تعالیٰ قیمت (۱۰ر)

نفی جبر :- براہین عقلیہ و دلائل نقلیہ قاہره قاطعہ در اثبات عدل باریتعالیٰ و ابطال جبر از قرآن و احادیث شیعہ و سنی (۱۰ر)

برهان المتعہ :- حقیقت حقیت جواز و استحباب و شرائط و احکام متعہ از قرآن و احادیث صحیحہ متواتره شیعہ و سنی (۱۰ر)

برهان البیان :- در تفسیر آیت استخلاف و اجوبہ اعتراضات مخالفین براہین عقلیہ و نقلیہ از قرآن مجید و احادیث فریقین (۱۲ر)

جواب العین :- در تحقیق وجہ کسوفین براہین عقلیہ و دلائل قاطعہ نقلیہ قیمت .. .. (۲ر)

ارکان خمسہ :- بیان مسائل منصوصہ شرعیہ فرعیہ صوم و صلوٰة و حج و زکوٰة و نکاح و طلاق و مسائل متفرقہ (۲ر)

انوار خمسہ :- مسائل اصول دین فروع دین قیمت (۲ر)

جواب بالصواب :- در تحقیق طہارت و نجاست طعام اہل کتاب ببراہین قاہره عقلیہ و نقلیہ از قرآن و احادیث صحیحہ متواتره فریقین (۱۲ر)

[illegible]

تفسیر لوامع التنزیل فارسی کی تیس جلدیں

ہر ایک پارہ قرآنی کی ایک جلد تفسیر کیگئی ہے۔ بعد ترجمہ کے شان نزول پھر الفاظ کے لغوی و اصطلاحی معنے پھر قرأت وماقبل سے اتصال بیان کیا گیا ہے اسکے بعد تمام صحابہ و مفسرین کے اقوال مختلفہ لکھکر براہین عقلیہ و نقلیہ سے انمیں تنقید و محاکمہ کرتے ہوئے مفسر علامہ نے مطابق مذہب اہلبیت علیہم السلام کے نہایت تہذیب سے اپنا قول ثابت کیا ہے اور یہود و نصاریٰ و مجوس و ہنود و آریہ و نیچریہ و مرزائیہ و چکڑالویہ و معتزلہ حشویہ قدریہ و جبریہ و حنابلہ و اشعریہ و غالیہ و صوفیہ غرض ہر فرقہ کے تمام اعتراضوں کے محققانہ اور فلسفیانہ دندان شکن جوابات دیئے گئے ہیں اور عقلی و نقلی تیز چھریوں سے ایسی طرح انکی رگ حیات کو کاٹ ڈالا ہے کہ قیامت تک پھر سر معرکہ آرائی کی انہیں جرأت پیدا نہ ہوسکیگی حسن عبارت اور لطافت کلام سبحان اللہ سونے پر سہاگہ کا کام دے رہی ہے اسلئے ہر طبقہ کے لوگوں کے لئے یہ تفسیر مفید اور نہایت ہی کارآمد ہے عرب و عجم و ہند و پنجاب کے شیعہ و سنی علمائے اعتراف کرلیا ہے اور تقریظات میں لکھدیا ہے کہ ایسی جامع العلوم اور کوئی تفسیر کسی فرقے میں نہیں لکھی گئی یہ تفسیر جملہ نکات تفسیریہ پر کلی حاوی ہے کوئی دقیقہ تفسیر اسمیں فروگذاشت نہیں ہوا اس تفسیر کی موجودگی میں پھر کسی تفسیر شیعہ و سنی کی ضرورت باقی نہیں رہتی تمام مفسرین کے اقوال بھی اسمیں نقل ہوتے ہیں اس تفسیر جامع العلوم کو شروع سے بارہ پاروں تک بارہ جلدوں میں حضرت آیۃ اللہ فی العالمین کاسر اعناق الملحدین سلطان المتالہین **مولینا حاجی السید ابو القاسم قمی** علیہ الرحمۃ نے تصنیف کیا ہے اور من بعد جلد نمبر ۱۳ و نمبر ۱۴ و نمبر ۱۵ و نمبر ۱۶ کو حجۃ الاسلام والمسلمین آیت اللہ فی العالمین مولینا ابو تراب السید **علی الحائری** مجتہد العصر والزمان لاہوری مدظلہ نے تصنیف فرمایا اسوقت نمبر ۱۷ زیر طبع ہے اور حسب ذیل مجلدات مطبوع ہوچکی ہیں جنکی اصلی قیمت فی جلد (۵ر) تھی اب تین مہینے کے لئے قیمت میں رعایت کیگئی ہے۔ جلد نمبر ۱ ختم ہوچکی جلد نمبر ۲ (۳ر) جلد نمبر ۳ (۳ر) جلد نمبر ۶ (۳ر) جلد نمبر ۸ (۳ر) جلد نمبر ۹ (۳ر) جلد نمبر ۱۳ (۳ر) جلد نمبر ۱۴ (۳ر) جلد نمبر ۱۵ (۳ر) باقی غیر مطبوع ہیں حجم ہر جلد کا ۵۰۰ صفحہ تقریباً ہوتا ہے۔ تقطیع کلاں ڈبل ۲۲ × ۲۹ ڈیمی کاغذ پر طبع ہوئی ہے۔ محصولڈاک بذمہ خریدار +

المشتہر

آغا سید ابو امہ الفضل الرضوی القمی مبارکحویلی لاہور (پنجاب)

شیعہ کالج

اس مدینۃ العلم کالج کا بہت جلد بنیادی پتھر رکھا جانے والا ہے۔ جسمیں کہ دینی اور دنیاوی دونوں تعلیمیں لازم و ملزوم قرار دی گئی ہیں یہی خصوصیت ہے جو دوسرے کالجوں میں نہیں پائی جاتی آپکے اس کالج کا ہر تعلیم یافتہ گریجویٹ سچا مسلمان، دیندار اور اصول و شرع کا پابند ہوگا۔ اسی لئے ہمارے فرقہ کے تمام رؤسا اور مجتہدین عظام بالاتفاق اسمیں کوشاں ہیں۔ ہر قصبہ ہر گاؤں اور ہر شہر میں مومنین کا فرض ہے جلسے کرکے فوائد شیعہ کالج عوام کو ذہن نشین کئے جاویں اور فراہمی چندہ کالج کے لئے ہر بستی میں جہاں پانچ شیعہ بھی موجود ہوں ایک سب کمیٹی کالج قایم کرکے جناب فخر قوم معین الملت

الحاج نواب فتح علی خانصاحب بہادر جنرل سکرٹری شیعہ کالج شاہی منزل لکھنؤ یا عالیجناب صدر المفسرین سرکار شریعتمدار علامہ حایری مجتہد پنجاب لاہور سے کاغذات متعلقہ سب کمیٹی طلب فرمالیں۔ جہاں ڈیپوٹیشن بھیجنے کی ضرورت ہو مومنین مطلع کیا کریں تاکہ ڈیپوٹیشن کی روانگی کا فوراً انتظام کر دیا جاوے بقول سرکار شریعتمدار علامہ حایری مدظلہ۔ شیعہ کالج اب شیعہ مذہب کے حیات و ممات کا سوال ہوگیا ہے۔ اسلئے مومنین کو اپنی دائمی حیات دینی کو قایم رکھنے کے لئے اب آمادہ ہو جانا چاہیئے۔ ورنہ زندہ قوموں میں آپ شمار ہونے کے قابل نہ رہیں گے۔ امید ہے کہ بہت جلد عملی کارروائی شروع ہو جاویگی۔

خاکسار

سکرٹری ڈسٹرکٹ کمیٹی شیعہ کالج لاہور

شیعہ ینگ مین سوسائیٹی لاہور کے لوکل معاونین کے اسمائے گرامی کی فہرست

(۱) جناب شیخ رحمت علی سکرٹری صاحب سوسائٹی ہذا عہ/
(۲) جناب حکیم سید اعجاز حسین صاحب عہ/
(۳) جناب سید محمد رضی صاحب رضوی عہ/
(۴) جناب سید محمد ذکی صاحب رضوی عہ/
(۵) جناب سید محمد منصور صاحب رضوی عہ/
(۶) جناب شیخ منشی محمد علی صاحب نارووالیہ عا/
(۷) جناب مرزا علی حسین صاحب ایڈیٹر پیسہ اخبار لاہور عا/
(۸) جناب کربلائی منشی غلام حسین صاحب عہ/
(۹) جناب منشی خادم حسین صاحب ذاکر عہ/
(۱۰) جناب چودہری غلام محمد صاحب ٹھیکدار عا
(۱۱) جناب شیخ مستری الہ دتا صاحب عہ/
(۱۲) جناب جعفر حسین صاحب کلرک ڈاکخانہ عہ/
(۱۳) جناب محمد صادق خانصاحب قزلباش عہ/
(۱۴) جناب ماسٹر سید برکت علیشاہ صاحب عہ/
(۱۵) جناب کربلائی چودہری سکندر علی صاحب عہ/
(۱۶) جناب منشی صفدر علی صاحب عہ/
(۱۷) جناب میرزا ابراہیم خانصاحب عہ/
(۱۸) جناب حکیم آغا علی خانصاحب عہ/
جناب منشی غلام علی صاحب عہ/
(۱۹) جناب سید ناصر علی شاہ صاحب عہ/
(۲۰) جناب محمد ہاشم خانصاحب قزلباش عہ/
(۲۱) جناب اہلیہ مرزا رستم علی صاحب ملک التجار مرحوم عا/
(۲۲) جناب ڈاکٹر مرزا ابوالقاسم صاحب عہ/
(۲۳) جناب ولایت علی صاحب سوداگر عینک عہ/
(۲۴) جناب شیخ احمد علی صاحب عہ/
(۲۵) جناب کربلائی علی محمد صاحب خوشنویس عہ/
(۲۶) جناب مسٹر محمد متین صاحب سوداگر انارکلی عہ/
(۲۷) جناب سبحان بٹ صاحب عہ/
(۲۸) جناب منشی محمد عبید اللہ صاحب ٹی ۔ پی ۸/
(۲۹) جناب سید خورشید علی صاحب ۸/
(۳۰) جناب چودہری علی بخش صاحب چوب فروش ۸/
(۳۱) جناب کریم بخش صاحب ذاکر ۸/
(۳۲) جناب جمال الدین صاحب شیر فروش ۸/
(۳۳) جناب محمد باقر صاحب ۸/
(۳۴) جناب محمد عبداللہ صاحب نقشہ نویس عہ
(۳۵) جناب اکبر حسین خانصاحب منیجر انجمن اسلامیہ لاہور ۴/
(۳۶) جناب محمد اسلم خانصاحب قزلباش عہ/
(۳۷) جناب مرزا عبدالرحمان خانصاحب عہ/

تفسیر
لوامع التنزیل

(مصنّفہ)

صدر المفسرین حجۃ الاسلام والمسلمین سرکار شریعتمدار

علامہ السیّد علی الحائری مجتہد پنجاب لاہور

وہ تفسیر ہے جسمیں حقیّت وحقیقت قرآن و اسلام براہین عقلیہ ونقلیہ سے واضح کیگئی ہے یہ تفسیر کیا ہے ایک بحر ذخار ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی اور تفسیر کی ضرورت نہین پڑتی اس کی توصیف وتعریف میں یہی بس ہے کہ اکابر مجتہدین عراق عرب وعجم اس کے جامع العلوم ہونے میں رطب اللسان ہیں یہ تفسیر جملہ نکات تفسیریہ پر بکلّی حاوی ہے اس تفسیر نے مخالفین اسلام کی رگ جان کو ایسے تیز حربہ سے کاٹ ڈالا ہے کہ قیامت تک اب ہنگامہ آرائی کی انمین جرأت ہی پیدا نہو سکیگی جملہ اعتراضوں کے جوابات محققانہ اور فلسفیانہ رنگ میں دئے گئے ہیں اسکی موجودگی میں کسی تفسیر کی ضرورت نہیں رہتی اب تک ۱۸ جلدیں اس تفسیر کی تیار ہو چکی ہیں جنمیں سے جلد نمبر ۲-۳-۶-۸-۹-۱۳-۱۴-۱۵-۱۶ دفتر میں موجود ہیں ہر جلد رعایتی قیمت تین روپے سے علاوہ محصول پر درخواست کرنیسے روانہ ہو سکتی ہے

(محصول علاوہ)

۱۸ جلد تفسیر کی اصلی قیمت پانچ روپیہ صہ/

(ہر جلد کی رعایتی قیمت تین روپیہ) عہ/

المشتہر آغا سید ابو الفضل رضوی القمی۔ مبارک حویلی لاہور پنجاب